ہے۔علماء اہل سنت میں سے کوئی ایسا نہیں جس نے یہ نہیں لکھا کہ اپنی ہر جنگ میں علی علیہ السلام حق پر تھے۔شیعہ حضرات کی ضد میں لوگوں کے ایمان خراب نہیں کرنے چاہیئں۔سارا عالم اسلام 1400 سال سے متفق ہے کہ حضرت علی علیہ السلام حق پر تھے۔رہ گئی بات کہ حضرت علی علیہ السلام سے لڑنے والوں کو کیا سمجھا جائے تو اس بارے میں علماء کے ایک گروہ کی رائے یہ ہے کہ ہیں تو سب باغی مگر ان سے خطاء اجتہادی ہوئی۔دوسرے گروہ نے کہا کہ خطاء اجتہادی نہیں تھی بلکہ وہ دنیا کے لالچ میں حضرت علی علیہ السلام سے لڑے۔اہل سنت میں یہ دو رائے ضرور موجود ہیں مگر علی علیہ السلام سے لڑنے والوں کو حق پر کہنے والا کوئی عالم اہل سنت میں نہیں ہے۔یہ امت کی اتفاقی اجماعی اور مسلمہ بات ہے جس کو آج کل کے ناصبی چیلنج کررہے ہیں اور مسلک اہل سنت برباد کررہے ہیں۔پردہ ڈالا ہوا ہے کہ اس سے شیعہ حضرات کی بات کی تائید ہوتی ہے۔آپ اہل سنت کی کتابیں پڑھیں اور دیکھیں کہ کون اس کے خلاف ہے؟ عقائد، فقہہ، تفسیر، حدیث کی کتابوں میں کسی نے اختلاف نہیں کیا کہ علی علیہ السلام حق پر تھے۔

لوگوں کا یہ بھی طریقہ ہے کہ جس بات سے کسی کو متنفر کرنا ہو تو کوئی زہریلا لفظ بول دو تا کہ سننے والا سوچنا بند کردے اور بات پر غور ہی نہ کرے مثلاً توحید کی بات ہو تو فوراً کہہ دیں گے کہ یہ تو وہابی کہتے ہیں۔اب ان سے کوئی پوچھے کہ یہ وہابیوں کا مسئلہ ہے یا اصلِ دین وایماں ہے؟

حضرت علی علیہ السلام کو غلطی پر بیان کرنے والا گروہ دراصل ناصبی ہے۔ناصبی دشمن اہل بیت کو کہتے ہیں۔رافضی ضرور موجود رہے مگر ناصبی مٹ چکے تھے۔یہ مروانی مذہب محمود احمد عباسی وغیرہ ناصبیوں نے پھر زندہ کردیا اور امام حسین علیہ السلام کو باغی قرار دے دیا۔

قتل عمار رضی اللہ عنہ کی پیش گوئی

جنگ صفین کے متعلق حضور علیہ السلام کی پیش گوئی 24 صحابہ کرام سے متواتر حدیث میں موجود ہے۔وہ پیش گوئی حضرت عمار رضی اللہ عنہ بن یاسر رضی اللہ عنہ سے متعلق ہے۔ان کی والدہ

ماجدہ حضرت سمیہؓ اسلام کی پہلی شہید اور حضرت یاسرؓ بھی اوّلین شہداء میں سے ہیں۔ان تینوں نے شروع میں اسلام قبول کیا اور مکہ میں انتہائی مصائب جھیلے۔حضور علیہ السلام ان کے پاس سے گذرتے تو فرماتے اے آل یاسرؓ! صبر کرنا، تمہارا ٹھکانہ جنت ہے۔ یہ تھے عمار بن یاسرؓ!

سیدنا عمارؓ بن یاسرؓ کے بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ اسے اللہ نے شیطان سے محفوظ فرما دیا ہے۔

(بخاری کتاب بدء الخلق باب صفتة ابلیس و جنوده، کتاب الادب باب من القی له وسادة، کتاب المناقب مناقبِ عمارؓ و حذیفہؓ)

کتاب المناقب بخاری باب مناقب عمارؓ و حذیفہؓ کی حدیث نمبر 3742، جو حضرت علقمہؓ سے مروی ہے، کی شرح میں امام ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ بزار میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا عمارؓ اپنے سر کی چوٹی سے لے کر پاؤں کے تلوے تک ایمان سے پر ہے۔اس روایت کی اسناد صحیح ہیں۔"

پھر لکھتے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عمارؓ کو جب بھی دو چیزوں کا اختیار دیا گیا تو عمارؓ نے زیادہ بہتر کو اختیار کیا۔

(فتح الباری ج:7،ص:92) ترمذی ابواب مناقب باب مناقب عمارؓ صحیح الجامع الصغیر حدیث 5619 سلسلة الاحادیث الصحیحه البانی ج:2،حدیث نمبر 833)

حضرت عمارؓ کی شان میں متواتر حدیث دو موقعوں پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمائی۔ایک دفعہ مسجد نبوی کی تعمیر کے موقع پر اور دوسری مرتبہ جنگ خندق کے موقع پر جب خندق کھودی جا رہی تھی تو اس وقت فرمایا عمارؓ! بشارت ہو، تجھے باغی ٹولہ قتل کرے گا۔یہ 37 سال پہلے فرمایا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

''ہم مسجد نبوی بناتے وقت ایک ایک اینٹ لا رہے تھے اور عمار رضی اللہ عنہ دو دو اینٹیں لاتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سامنے سے گذرے اور ان کے سر سے مٹی جھاڑی اور فرمایا ہائے عمار رضی اللہ عنہ! اس کو باغی ٹولہ قتل کرے گا۔ عمار رضی اللہ عنہ ان کو اللہ کی طرف بلائے گا اور وہ اس کو دوزخ کی طرف بلائیں گے۔

(بخاری کتاب الجهاد والسير باب مسح الغبار عن الناس فی سبيل الله، حدیث بخاری کتاب الصلاة، باب التعاون فی بناء المسجد، سلسلة الاحاديث الصحيحه البانی حديث نمبر 710، ج:2، ص:327-328، مسند احمد حدیث نمبر 11024-11239-11883، مسلم كتاب الفتن و اشراط الساعة عن ابی سعيد خدری رضی اللہ عنہ وام المومنين ام سلمه رضی اللہ عنہا)

امام ابن حجر، امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اور امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے حضرت علی علیہ السلام کا حق پر ہونا اور معاویہ کا باغی ہونا ثابت ہوا۔

(فتح الباری، ابن حجر ج:1، ص:547، البدایه دالنهايه جلد نمبر 7 ص291، سیر اعلام النبلاج 4، ص:73)

امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''یہ حدیث صحابہ کی ایک جماعت نے روایت کی ہے۔ چوبیس صحابہ سے روایت کی سند صحیح ہے۔ اس کے علاوہ اتنے راوی ہیں کہ گنتی مشکل ہے۔''

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ

حنظلہ بن خویلد کہتے ہیں:

''میں معاویہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، دو آدمی ان کے پاس آئے جو عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے سر کے بارے میں جھگڑ رہے تھے اور ہر ایک کا دعویٰ تھا کہ اس نے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو قتل کیا ہے۔ عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرمانے لگے تمہیں چاہیے کہ ایک دوسرے ایک دوسرے کے حق میں دستبردار ہو جائے کیونکہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عمار رضی اللہ عنہ کو

باغی گروہ قتل کرے گا۔ معاویہ کہنے لگے تم ہمارے ساتھ کیا کر رہے ہو؟ اے عمرو بن عاص تم اپنے پاگل بیٹے سے ہماری جان چھڑا کیوں نہیں دیتے؟ عبداللہ نے کہا ایک دفعہ میرے باپ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے میری شکایت کی تھی اور فرمایا تھا زندگی بھر اپنے باپ کی اطاعت کرنا، اس کی نافرمانی نہ کرنا اس لیے میں آپ کے ساتھ تو ہوں مگر لڑائی میں شریک نہیں ہوتا۔"

(مسند احمد روایت نمبر 6538-6929، مسند عبداللہ بن عمرو بن عاص)

امام اہل سنت ابوالحسن الاشعری رحمۃ اللہ علیہ کا قول عبدالکریم شہرستانی رحمۃ اللہ علیہ نے "الملل و النحل" میں نقل کیا ہے جس میں وہ فرماتے ہیں:

"ہم عائشہ رضی اللہ عنہا وطلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما کے بارے میں خاموش ہیں کیوں کہ انہوں نے خطا سے رجوع کرلیا اور طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور معاویہ وعمرو بن عاص کے بارے میں سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہتے کہ ان دونوں نے امام حق کے خلاف بغاوت کی۔ (الملل والنحل ج:1، ص:145)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اپنی سنن میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے ایک روایت کرتے ہیں:

"جس میں انہوں نے فرمایا" یہ مت کہو کہ اہل شام نے کفر کیا لیکن یہ کہو کہ انہوں نے فسق یا ظلم کیا۔" (السنن الکبریٰ ج 8، ص 174 باب قتال اهل بغی)

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب البدایہ والنہایہ ج:7، ص:188، پر لکھتے ہیں:

"میں عمار رضی اللہ عنہ بن یاسر رضی اللہ عنہ کے حالات لکھ رہا ہوں جو امیر المومنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور ان کو اہل شام نے قتل کیا۔ اس سے وہ راز سامنے آ گیا اور ظاہر ہو گیا جس کی خبر حضور علیہ السلام نے دی تھی کہ عمار رضی اللہ عنہ کو باغی ٹولہ قتل کرے گا۔ عمار رضی اللہ عنہ کی شہادت سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ علی علیہ السلام حق پر تھے اور معاویہ باغی تھے۔"

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "نیل الاوطار" اہل حدیث حضرات کا مرجع ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''حضور ﷺ نے فرمایا تھا خارجیوں کو وہ گروہ قتل کرے گا جو حق پر ہوگا۔ سیدنا علی علیہ السلام نے خارجیوں کو جنگ نہروان میں قتل کیا تھا۔ اس حدیث سے یہ دلیل معلوم ہوتی ہے کہ علی علیہ السلام اور ان کے ساتھی حق پر تھے اور معاویہ اور ان کے ساتھی باطل پر تھے۔ اس بات میں کوئی منصف آدمی شک نہیں کرسکتا اور اس کا انکار صرف متعصب آدمی کرے گا۔ یہ حدیث بھی صحیح ہے کہ جو حق پر ہوگا وہ خارجیوں کو قتل کرے گا اور وہ حدیث جو بخاری میں ہے کہ عمار رضی اللہ عنہ کو باغی گروہ قتل کرے گا صاف صاف بتاتی ہیں کہ حق علی علیہ السلام کے ساتھ تھا۔''
(نیل الاوطار ج:7،ص:175)

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اور نووی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا کہ دونوں اطراف کی نیت نیک تھی لہٰذا امیر معاویہ کو ایک ثواب اور علی علیہ السلام کو دو ثواب ملیں گے، یہ بات بالکل انہونی اور بالکل غلط ہے۔ خاص طور پر وہ آدمی جس کو پتہ چل گیا کہ عمار رضی اللہ عنہ کو باغی ٹولہ قتل کرے گا اور پھر بھی وہ آدمی اس شخص سے جنگ پر ڈٹا رہا جس کے ساتھ عمار رضی اللہ عنہ تھے، یہ حق سے دشمنی اور باطل پر ڈٹے رہنا ہے۔ اس بات میں وہ آدمی شک نہیں کرسکتا جس میں رائی کے دانے برابر انصاف ہوگا۔ کوئی یہ نہ کہے کہ اس سے صحابہ کو برا کہنے کا دروازہ کھل جائے گا کیونکہ میں نے یمن میں پوری کوشش کی ہے کہ شیعہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا کہنے سے باز آجائیں۔''
(نیل الاوطار ج:7،ص:51)

قتل عمار رضی اللہ عنہ کی پیش گوئی کہ ان کو باغی ٹولہ قتل کرے گا بہت سی کتابوں میں منقول ہے مثلاً مسند احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، طبرانی، بیہقی، مسند ابوداؤد طیالسی میں کئی صحابہ مثلاً ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ، ام سلمہ رضی اللہ عنہا، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ، ابو

ہریرہ رضی اللہ عنہ، عثمان بن عفان، حذیفہ رضی اللہ عنہ، ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ، ابورافع رضی اللہ عنہ، خزیمہ بن ثابت، عمرو بن العاص، ابوالیسر رضی اللہ عنہ، عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور متعدد دوسرے صحابہ نے اس کو روایت کیا۔ ابن سعد رضی اللہ عنہ نے طبقات میں کئی سندوں سے ج:3،ص:251 تا253-259، پراس کونقل کیا ہے۔

متعدد صحابہ و تابعین نے جو حضرت علی علیہ السلام و معاویہ رضی اللہ عنہ کی جنگ میں مذبذب تھے، حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی شہادت کو یہ معلوم کرنے کی علامت قرار دے دیا تھا کہ فریقین میں سے کون حق پر ہے اور باطل پر کون ہے۔

(ابن سعد طبقات ج:3، ص:253-259، طبری ج:4، ص:27، ابن اثیر ج:3، ص:153-165)

امام ابوبکر رضی اللہ عنہ امام القرآن میں لکھتے ہیں:

''علی علیہ السلام ابن ابی طالب نے باغی گروہ کے خلاف تلوار سے جنگ کی اور ان کے ساتھ اکابر صحابہ اور اہل بدر تھے جن کا مرتبہ سب جانتے ہیں۔ اس جنگ میں وہ حق پر تھے اور اس میں سوائے اس باغی گروہ کے کوئی اختلاف نہ رکھتا تھا۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمار رضی اللہ عنہ سے فرما دیا تھا کہ تم کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ یہ ایک ایسی خبر ہے جو تواتر کے ساتھ نقل ہوئی ہے اور عام طور پر صحیح مانی گئی ہے حتیٰ کہ خود امیر معاویہ سے بھی عبداللہ بن عمرو بن عاص نے بیان کیا تو وہ انکار نہ کر سکے۔ البتہ انہوں نے یہ تاویل کی کہ عمار رضی اللہ عنہ کو اس نے قتل کیا ہے جو انہیں ہمارے نیزوں کے آگے لایا ہے۔ اس حدیث کو اہل کوفہ، بصرہ، حجاز اور اہل شام، سب نے روایت کیا ہے۔''

(احکام القرآن ج:3،ص:492)

امام ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ بات متواتر منقول ہے کہ عمار رضی اللہ عنہ کو باغی گروہ قتل کرے گا اور یہ صحیح ترین احادیث میں سے ہے۔'' (الاستیعاب ج:2،ص:424)

امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے یہی بات الاصابہ ج:2،ص:506 پر لکھی ہے۔ دوسری جگہ لکھتے ہیں:

''قتل عمار رضی اللہ عنہ کے بعد یہ بات ظاہر ہوگئی کہ حق علی علیہ السلام کے ساتھ تھا اور اہل سنت اس بات پر متفق ہو گئے حالانکہ پہلے اختلاف تھا۔ (الاصابہ ج:2،ص:502)

اور یہ بات متواتر روایات میں ہے کہ عمار رضی اللہ عنہ کو باغی ٹولہ قتل کرے گا۔''

(تہذیب التہذیب، ج:7،ص:410)

امام ابن کثیر لکھتے ہیں:

''جنگ جمل سے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ہٹ جانے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ان کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد یاد تھا اور انہوں نے دیکھا کہ حضرت علی علیہ السلام کے لشکر میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ موجود ہیں۔''

(البدایہ والنہایہ، ج:7،ص:241، ابن خلدون تکملہ ج:2،ص:162)

پانی بند کرنا

جب حضرت علی علیہ السلام جنگ جمل سے فارغ ہوئے تو امیر معاویہ (حسب منصوبۂ مروان جو پہلے گزر چکا ہے) نوے ہزار کا لشکر لے کر آ گئے اور دریائے فرات کے کنارہ پر قبضہ کر لیا اور پانی بند کر دیا۔ ان کی یہ بری سنت ان کے بیٹے یزید پلید نے برقرار رکھی۔

(البدایہ والنہایہ ج:7،ص:279، اخبار الطوال،ص:180-181، ابن جریر طبری ج:3،ص:568-569، امام ابن لاثیر ج:3، ص:145-146 الکامل فی التاریخ، تکملہ تاریخ ابن خلدون ج:2،ص:170)

بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تین آدمیوں سے بات تک نہ کرے گا نہ ان کو پاک کرے گا بلکہ ان کو دکھ کی مار پڑے گی ایک تو وہ شخص جس کے پاس فالتو پانی ہو اور وہ مسافر کو نہ دے دوسرا وہ جو کسی امام کی بیعت محض دنیا کمانے کیلئے

کرے اگر وہ اس کو مال دے تو بیعت پوری کرے اور نہ دے تو بیعت توڑ
دے اور تیسرا وہ شخص جو عصر کی نماز کے بعد بازار میں سامان فروخت کرنے
کیلئے جھوٹی قسم کھائے اور اس کی قسم کے اعتبار پر کوئی وہ سامان خرید لے۔''

(بخاری کتاب الاحکام باب من بایع رجلا لایبا یعہ الاللدّنیا)

حضرت علی علیہ السلام نے فوج کو حکم دیا کہ پانی کا قبضہ چھڑایا جائے۔ فوج نے حملہ کر کے پانی پر قبضہ کرلیا۔ تب امیر معاویہ نے عمرو بن العاص سے کہا کہ تیرے مشورہ پر ہم نے پانی پر قبضہ کرلیا، اب علی علیہ السلام کی فوج نے چھڑالیا۔ اگر انہوں نے ہمیں پانی نہ لینے دیا تو کیا بنے گا؟ عمرو بن عاص نے کہا، فکر نہ کر! ہم، ہم ہیں، علی، علی ہے۔ اس وقت حضرت علی علیہ السلام کا منادی گھوڑے پر سوار ہو کر دونوں فوجوں کے درمیان سے گذرا اور اعلان کیا کہ پانی اللہ نے حلال کیا ہے علی علیہ السلام اسے حرام نہیں کرنا چاہتا، سب کو پانی لینے کی اجازت ہے۔ اگرچہ بعد میں کربلا میں سیدنا علی علیہ السلام کے لختِ جگر کا پانی امیر معاویہ کے لخت جگر نے بند کر دیا اور اپنے باپ کی سنت برقرار رکھی۔

تاویل باطل

جب فوجیں صف آراء ہوئیں تو سیدنا عمار رضی اللہ عنہ بن یاسر رضی اللہ عنہ، سیدنا علی علیہ السلام کی فوج میں سے نکل کر آگے آئے۔ ان کو دیکھا تو امیر معاویہؓ کی فوج کو حدیث نبوی یاد آ گئی اور ان کے دل ڈول گئے۔ لوگوں نے دیکھا کہ عمار رضی اللہ عنہ تو علی کے ساتھ ہے لہٰذا ہم جھوٹے اور باغی ٹولہ ہیں جن کو حدیث میں دوزخ کی طرف بلانے والے کہا گیا۔ ایسے ہی لوگوں میں سے ایک ذوالقلاع حمیری یمن کا ایک سردار تھا جو ہزاروں لوگ لے کر امیر معاویہ کی حمایت کیلئے آیا تھا تاکہ خون عثمان رضی اللہ عنہ کا قصاص لے جس کا مطالبہ معاویہ کررہے تھے۔ حالانکہ بعد میں حکومت سنبھال لینے کے بعد انہوں نے یہ مطالبہ ترک کر دیا اور کوئی قصاص نہ لیا۔

اس ذوالکلاع حمیری نے پوچھا کہ عمار رضی اللہ عنہ تو علی علیہ السلام کے ساتھ ہے۔ اب آپ امیر معاویہ کی چالاکی ملاحظہ فرمائیں۔ انہوں نے جواب میں ذوالکلاع سے کہا کہ عمار رضی اللہ عنہ

مرنے سے پہلے ہمارا ساتھی بن جائے گا۔ یہ امیر معاویہ کی خوش قسمتی تھی کہ جنگ شروع ہوتے ہی ذوالکلاع قتل ہو گیا ورنہ اگر وہ زندہ ہوتا تو شہادت عمار رضی اللہ عنہ کے بعد اس سے الگ ہو جاتا ۔امیر معاویہ کے ساتھیوں نے بعد میں کہا کہ ہمیں پتہ نہیں کہ ہمیں ذوالکلاع کے مرنے کی زیادہ خوشی ہے یا عمار رضی اللہ عنہ کی شہادت کی! (امام ابن کثیر البدایہ والنہایہ ج:7،ص:293)

سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی شہادت کے بعد شامی لشکر کے بعض آدمیوں نے عمرو بن عاص سے پوچھا کہ عمار رضی اللہ عنہ تو علی علیہ السلام کی حمایت میں شہید ہو گئے ،اب فرمان رسالت کے مطابق ہمارا کیا بنے گا؟ اس نے کہا عمار رضی اللہ عنہ کے قتل کا ذمہ دار علی علیہ السلام ہے اگر وہ عمار رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر نہ آتا تو عمار رضی اللہ عنہ نہ مارا جاتا اور شامی لشکر کی بے وقوفی ملاحظہ ہو کہ بجائے تاویل باطل رد کرنے کے خوشی سے ناچنا شروع کر دیا واہ واہ! کیا تاویل کی ہے۔ جب عمرو بن عاص کی یہ بات سیدنا علی علیہ السلام تک پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ عمرو بن عاص کے اس اصول کے مطابق تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل (نعوذ باللہ) رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو ان کو ساتھ لے کر جنگ احد میں گئے۔

(شرح فقہ اکبر از ملا علی قاری رحمہ اللہ، ص:79، طبری ج:4ص:29، الکامل ابن اثیر ج:3،ص:158، البدایہ والنہایہ ،ج:7، ص:268تا270)

مسند احمد میں حدیث نمبر 6499، 6500، 6926، 6927 (مسند عبداللہ بن عمرو بن عاص) میں عبداللہ بن عمرو بن عاص نے یہی تاویل باطل امیر معاویہ سے روایت کی ہے کہ عمار رضی اللہ عنہ کا قاتل وہ ہے جو اسے ساتھ لایا۔

اب اہل حدیث حضرات اپنی کتابوں میں وہ بات لکھ رہے ہیں جو امیر معاویہ اور عمرو بن عاص کو بھی نہ سوجھی کہ حضرت علی علیہ السلام کے فوجیوں نے عمار رضی اللہ عنہ کو قتل کر کے امیر معاویہ کے لشکر میں پھینک دیا تھا۔ اگر بالفرض یہ صحیح بھی ہے تو پھر حضرت علی علیہ السلام کا لشکر باغی گروہ ہوگا کیونکہ حدیث میں تو یہ ہے کہ عمار رضی اللہ عنہ کو باغی گروہ قتل کرے گا۔

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

'' تاویل باطل نے دین خراب کردیا جو آیت یا حدیث اپنے خیال کے مطابق نظر نہ آئی تو اپنے خیال سے توبہ کرنے کی بجائے اس کی تاویل کردی۔ امام لکھتے ہیں کہ اہل شام کی یہ کیا تاویل باطل ہے کہ عمار رضی اللہ عنہ کا قاتل وہ ہے جوان کو ساتھ لایا اور ہمارے نیزوں کے سامنے کھڑا کردیا۔ یہ تاویل (جو امیر معاویہ اور عمرو بن عاص نے کی) اس لفظ کے ظاہر کے بھی خلاف ہے اور حقیقت کے بھی خلاف ہے۔ قاتل وہ ہوگا جو اپنے ہاتھ سے قتل کرتا ہے۔ جو کسی کو مدد کیلئے ساتھ لایا ہے وہ قاتل نہیں ہوگا۔ جو حق پر تھا اور جس کے پاس سچا دین تھا یعنی علی علیہ السلام، نے وہ جواب دیا جو لاجواب ہے۔ انہوں نے فرمایا اگر تمہاری منطق صحیح ہے کیا حمزہ رضی اللہ عنہ اور تمام شہدائے اُحد رضی اللہ عنہم کے قاتل (نعوذ باللہ) خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں کہ ان کو مشرکین کی تلواروں کے سامنے لا کھڑا کیا۔

(مختصر الصواعق المرسله علیٰ الجهمية والمعطلة ج:1، ص:13، مقدمه ابن خلدون ص:215)

عمرو بن عاص نے خود اپنی زبان سے اعتراف کیا کہ قتل عمار رضی اللہ عنہ ان کے ہاتھوں ہوا۔ (سیر اعلام النبلاء ج:4، ص:36)

قاتل عمار رضی اللہ عنہ کا نام

ناصبی ٹولہ یہ بہانہ بناتا ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا قاتل نامعلوم آدمی ہے۔ جب کہ اصل صورت حال یہ ہے کہ اس کا نام حدیث کی کتابوں میں محفوظ ہے۔ اس کا نام یسار بن سَبُعْ ابو الغادیه الجهنی تھا۔ یہ شخص بیعت رضوان میں شامل تھا مگر بعد میں ظالم ہوگیا۔ یہ شخص جب حجاج بن یوسف کے دربار میں آتا تو کہتا قاتل عمار رضی اللہ عنہ حاضر ہے۔ اور وہ ملعون اسے مرحبا مرحبا کہہ کر ساتھ تخت پر بٹھاتا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ رضی اللہ عنہ کا بیٹا ابو بکر بھی

شامیوں سے مل گیا تھا اور وہ بھی قاتل عمار رضی اللہ عنہ کو میرا بھائی، میرا بھائی کہتا۔
(سلسلة الاحاديث الصحيحه ج:5،ص:18 تا 20 حدیث نمبر 2800 اسد الغابہ ابن اثیر ج:5 ص 267، تہذیب التہذیب ابن حجر ج:12 ،ص:41)

امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''قتل عمار رضی اللہ عنہ کی پیش گوئی رسالت کے نشانات میں سے ایک نشان ہے اور اس سے علی علیہ السلام و عمار رضی اللہ عنہ کی بڑی شان ثابت ہوئی۔ اس حدیث میں ناصبیوں کا ردّ ہے جو یہ جھوٹا عقیدہ پھیلاتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام اپنی جنگوں میں حق پر نہ تھے۔''

علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ سلسلة الاحاديث الصحيحه ج:5،ص:18 تا 20 حدیث نمبر 2800، جو کہ امام احمد و ابن سعد لائے ہیں، کے تحت لکھتے ہیں:

''ابو الغادیہ الجہنی کہتا ہے کہ میں نے ایک دن عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو سنا کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف باتیں کر رہے تھے۔ میں نے اسی وقت ان کے قتل کی ٹھان لی کہ اگر میرے رب نے موقعہ دیا تو میں عمار رضی اللہ عنہ سے نپٹوں گا۔ جنگ صفین میں عمار رضی اللہ عنہ بہادری سے حملے کر رہے تھے۔ لوگوں نے کہا یہ تو عمار رضی اللہ عنہ ہیں۔ پھر میں نے ان کی ناف اور ٹانگوں کے درمیان حملہ کیا اور ان کے گھٹنے میں نیزہ مارا۔ وہ گر گئے تو میں نے ان کو قتل کر دیا۔ لوگوں نے کہا ارے تم نے عمار رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا؟ جب میں نے عمرو بن عاص کو بتایا کہ میں نے عمار رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا تو عمرو نے کہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے جو عمار رضی اللہ عنہ کو قتل کرے گا اور ان کا اسلحہ ان کے جسم سے اتارے گا، وہ دوزخی ہے۔ اس پر لوگوں نے کہا عمرو بن عاص تم بھی تو عمار رضی اللہ عنہ سے لڑ رہے تھے۔ اس پر عمرو بن عاص نے چالاکی سے خود کو بچایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قاتل کے لیے فرمایا ہے جنگ لڑنے والے کے لئے نہیں اور وہ قاتل ابو الغادیہ ہے، میں تو

نہیں ہوں، فرمایا: ”علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اس روایت کی اسناد صحیح ہیں۔“

اس روایت اور اس جیسی دوسری روایات کے تحت امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ بہانے بناتے ہیں کہ ایسے صحابہ مجتہد تھے اور مجتہد غلطی بھی کرے تو اس کو اجر ملتا ہے، اور یہ بات صحابہ کے حق میں تو بطریق اولیٰ ثابت ہے۔

اس کے جواب میں علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ اصول یہی ہے لیکن ہر صحابی کے عمل پر اس کی تطبیق مشکل امر ہے کیونکہ یہ اصول یہاں حدیث رسول سے ٹکراتا ہے، کیونکہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ابوالغادیہ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو اجتہادی غلطی کی بنا پر قتل کیا تھا لہٰذا اسے ثواب ملے گا، بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ عمار رضی اللہ عنہ کا قاتل دوزخی ہے، اگر ثواب ہوتا تو یہ کیوں فرماتے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ عام حالات میں یہ اصول درست ہے مگر جہاں مضبوط دلیل ہو تو وہاں یہ قاعدہ کام نہیں دے گا بلکہ اس کام کو مستثنیٰ قرار دینا پڑے گا جیسا کہ یہاں معاملہ ہے۔ لہٰذا اپنے مصنوعی قاعدوں سے صحیح حدیث کو ردّ نہ کرو۔ ابوالغادیہ اگرچہ بیعت رضوان میں شامل تھا مگر حدیث کی رو سے دوزخی ہے۔“

نیزوں پر قرآن کھڑا کرنا

جب جنگ صفین میں شامی لشکر ہارنے لگا اور مالک اشتر رحمۃ اللہ علیہ امیر معاویہ کے خیمے تک پہنچ گئے تو اس وقت شامی لشکر نے عمرو بن عاص کے مشورہ پر قرآن مجید کھڑے کر دیئے کہ آؤ قرآن پر فیصلہ کرلیں۔ عمرو بن عاص نے امیر معاویہ کو مشورہ دیا کہ اب ہماری فوج نیزوں پر قرآن اٹھالے اور کہے یہ ہمارے اور تمہارے درمیان حکم ہے۔ اس کی مصلحت خود انہوں نے بتائی کہ اس سے علی علیہ السلام کے لشکر میں پھوٹ پڑ جائے گی اور اگر وہ مان گئے تو ہمیں مہلت مل جائے گی۔

(طبری ج:4، ص:34، ابن سعد، ج:4، ص:255، ابن اثیر، الکامل ج:3، ص:160، البدایہ والنہایہ، ج:7 ص:272، ابن خلدون

تکملہ، ج:2، ص:174، امام ذھبی سیر اعلام النبلاء، ج:4، ص:71، فتح الباری، ج:12، ص:284-285)

علامہ وحید الزماں، معروف اہلحدیث عالم اور مترجم بخاری و مسلم وغیرہ، بخاری کتاب المغازی باب غزوہ خندق کی ایک حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: ''کہ صحابہ معصوم نہ تھے خصوصاً عمرو بن عاص جو چالبازی اور سازش میں یکتائے روزگار تھے۔'' (ج:5،ص:351)

علامہ وحید الزمان رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''صحابہ کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ کہنا مستحب ہے مگر ان پانچ لوگوں کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ نہ کہو۔

1۔ ابوسفیان والد امیر معاویہ

2۔ امیر معاویہ بن ابوسفیان

3۔ عمرو بن عاص

4۔ مغیرہ بن شعبہ

5۔ سمرہ بن جندب

ان کے بارے میں سکوت کرو ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے نہ ان کو برا کہو نہ ان کی تعریف کرو۔ (کنز الحقائق من فقه خیر الخلائق ص:234 عربی)

مولانا وحید الزمان رحمۃ اللہ علیہ اپنی دوسری کتاب میں لکھتے ہیں:

'' قرآن مجید کی سورہ حجرات: 6/49 ''اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لائے تو تحقیق کرلیا کرو'' اور سورہ السجدہ: 18/32 ''بھلا جو مومن ہے وہ فاسق کی طرح ہوسکتا ہے؟'' سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ میں فاسق بھی تھے مثلاً ولید بن عقبہ جس کے بارے میں سورہ حجرات کی آیت نازل ہوئی۔ اسی طرح کہا گیا ہے ان کے بارے میں بھی

1۔ معاویہ بن ابی سفیان

2۔ عمرو بن عاص

3۔ مغیرہ بن شعبہ

4۔ سمرہ بن جندب (نزل الابرار من فقه النبی المختار ، ج:3، ص:94)

عمرو بن عاص کے مشورہ ہی سے امیر معاویہ نے یہ فیصلہ کیا کہ حضرت علی علیہ السلام کو خونِ عثمان رضی اللہ عنہ کا ذمہ دار قرار دے کر ان سے جنگ لڑی جائے کیونکہ ان کو یقین تھا کہ جنگ جمل کے بعد اب حضرت علی علیہ السلام کی فوج پوری طرح متحد ہو کر نہ لڑ سکے گی اور نہ عراق اس دل جمعی سے ان کی حمایت کرے گا جو اہل شام میں امیر معاویہ کیلئے پائی جاتی تھی۔

(طبری ج:3،ص:561، ابن اثیر۔ الکامل ج:3،ص:141-142، البدایہ والنہایہ ج:7،ص:253)

امیر معاویہ نے ایک آدمی کو تیار کیا کہ کچھ ایسے گواہ تیار کرے جو اہل شام کے سامنے یہ گواہی دیں کہ حضرت علی علیہ السلام ہی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے ذمہ دار ہیں۔ چنانچہ وہ پانچ آدمی تیار کر کے لے آیا جنہوں نے لوگوں کے سامنے یہ شہادت دی کہ علی علیہ السلام نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہے۔

(ابن عبد البر الاستیعاب ج:2،ص:589)

تحکیم

حضرت علی علیہ السلام کے لشکر میں وہ بھی تھے جو بعد میں خارجی بنے۔ وہ بظاہر بڑے دیندار تھے مگر بے عقل تھے۔ جب امیر معاویہ کے لشکر نے قرآن نیزوں پر کھڑے کر دیئے تو انہی کم عقل دین داروں نے حضرت علی علیہ السلام کو مجبور کیا کہ ثالثی مان لیں۔ حضرت علی علیہ السلام نے جواب دیا یہ امیر معاویہ کی چال ہے مگر ان دین داروں نے قتل کی دھمکی دے کر حضرت علی علیہ السلام کو ثالثی پر مجبور کر دیا حالانکہ حضرت علی علیہ السلام کا کہنا یہ تھا کہ شامی اگر قرآن کو مانتے ہوتے تو میرے ساتھ جنگ کیوں کرتے؟

بہر حال حضرت علی علیہ السلام نے مالک اشتر رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا ثالث مقرر کیا مگر لوگوں نے نہ

مانا۔ یہ وہ لوگ تھے جو منافق تھے اور دوسری طرف سے رشوت لے چکے تھے۔ پھر آپ نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو اپنا ثالث مقرر کیا مگر ان کو بھی نہ مانا اور اصرار کیا کہ اشعث بن قیس کو ثالث بنائیں۔ یہ شخص حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دور میں مرتد ہو چکا تھا۔ پھر اسلام لایا، اس کو امیر معاویہ نے راتوں رات رشوت پہنچادی تھی۔ اس کو حضرت علی علیہ السلام نے ثالث نہ مانا۔ پھر حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو ثالث بنایا گیا مگر وہ بعد میں سادہ لوح ثابت ہوئے۔ اور ان کو حکم بنانے پر حضرت علی علیہ السلام مطمئن نہ تھے۔

(طبری ج: 4،ص: 34 تا 36، ابن اثیر ج: 3،ص: 161 - 162، البدایہ والنہایہ، ج:7،ص:275-276،ابن خلدون تکملہ ج:2،ص:175)

وہ عمرو بن عاص کی چال میں آ گئے اور حضرت علی علیہ السلام کو معزول کر دیا حالانکہ امیر معاویہ کا دعویٰ تو اس وقت تک خلافت کا تھا ہی نہیں کہ ان کا ثالث ان کو خلافت سے معزول کرتا۔ اسوقت تک ان کی حیثیت ایک باغی گورنر کی تھی۔ ان کے ثالث عمرو بن عاص نے دھوکہ کیا اور ایسا دھوکہ بھری پنچایت میں آج بھی کوئی نہیں کر سکتا۔ عمرو بن عاص نے علیحدگی میں بات کچھ طے کی اور باہر آ کر جھوٹ بول دیا۔ بات یہ طے ہوئی تھی کہ دونوں کو ہٹا کر امت کو اختیار دے دیا جائے، جس کو چاہے خلیفہ چن لے۔ اس کے مطابق ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ میں نے حضرت علی علیہ السلام کو خلافت سے معزول کیا۔ اب باری عمرو بن عاص کی تھی اور چاہیے تھا کہ وہ بھی وعدہ کے مطابق امیر معاویہ کو گورنری سے معزول کرتے۔ مگر انہوں نے صریح جھوٹ اور دھوکہ سے کام لیتے ہوئے کہا میں معاویہ کو بطور خلیفہ برقرار رکھتا ہوں۔ اس پر دونوں ثالث آپس میں گتھم گتھا ہو گئے۔ ایک دوسرے کو گالیاں دیں۔ اور بات وہیں کی وہیں رہی۔ شامی لشکر نے امیر معاویہ کو مبارک باد دی۔ جبکہ حضرت علی علیہ السلام کے کم عقل دین دار ساتھی جو پہلے ان کو ثالثی پر مجبور کر رہے تھے، اب اس فیصلہ کے بعد روٹھ کر الگ ہو گئے۔ وہ 12,000 آدمی تھے جو حروراء چلے گئے اور کہنے لگے کہ ثالثی مان کر حضرت علی علیہ السلام کافر ہو گئے ہیں۔ (فتح الباری، ج:11، ص:284)

امام ابن کثیر ؒ جو عمرو بن عاص کی صفائی تو دیتے ہیں کہ یہ ان کی خطائے اجتہادی تھی مگر یہ ضرور لکھتے ہیں: ''عمرو بن عاص نے دھوکہ کیا اور کہا میں معاویہ کو بحال رکھتا ہوں۔''

(البدایہ والنہایہ، ج:7، ص:282-283، طبری، ج:4، ص:5)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ؒ لکھتے ہیں:

''معاویہ کے ثالث نے دوسرے ثالث کو اپنے داؤ پیچ سے دھوکہ دیا۔''

(تحفہ اثناء عشریہ، ص:471)

عمرو بن عاص نے یہ سب کچھ اس لیے کیا کہ امیر معاویہ اور عمرو بن عاص کا سودا مصر کے تاحیات خراج پر ہو چکا تھا۔

(امام ذهبی ، سیر اعلام النبلاء ج:4، ص:38، ابو حنیفه دینوری ؒ اخبار الطوال، ص:168)

خطائے اجتہادی کا بہانہ

مشہور اہل حدیث عالم نواب سید صدیق حسن خاں ؒ لکھتے ہیں:

''کئی لوگوں نے ہر بات کی تاویل اجتہاد سے کی ہے۔ مثلاً کوئی لکھتا ہے مروان نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تو اجتہاد کیا یعنی ہر مجرم اجتہاد کرتا ہے۔ یہ بہانہ کہ فلاں آدمی نے جو کیا وہ تاویل سے کیا۔ یہ ایسا عذر ہے کہ اس کے بعد کسی گناہ گار کا کوئی گناہ باقی نہیں رہتا۔ وہ صاف کہہ دے گا میں نے بھی تاویل کی ہے۔ جس طرح قتل طلحہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اجتہاد تاویل کا بہانہ ہے اسی طرح معاویہ کی کمر توڑ بری حرکتوں کیلئے لوگوں نے یہ بہانہ بنالیا کہ وہ اپنی بغاوت میں مجتہد تھے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ امام محمد بن ابراہیم ابوزیر الیمانی ؒ اپنی کتاب العواصم و القواصم فی الذب عن سنة ابی القاسمؐ میں لکھتے ہیں کہ تمام محدثین اس بات پر متفق ہیں کہ جتنے حضرت علی علیہ السلام سے لڑے سب باغی تھے اور حق علی علیہ السلام کے ساتھ تھا۔''

(هداية السائل الى ادّلة المسائل ص :510)

نواب صدیق حسن ؒ ص:511 پر لکھتے ہیں کہ شاہ عبدالعزیز دہلوی ؒ نے اپنے فتاویٰ عزیزی میں لکھا ہے:

''معاویہ کی حضرت علی علیہ السلام سے جنگ نفسانیت کے شائبہ سے خالی نہیں اور خطائے اجتہادی کا قول ضعیف ہے۔''

بلوغ المرام کی شرح سبل السلام ہر اہل حدیث مدرسہ میں پڑھائی جاتی ہے، اس میں امام محمد بن اسماعیل یمانی ؒ لکھتے ہیں:

''حدیث دلیل ہے معاویہ اور اس کے ساتھی باغی تھے اور حضرت علی علیہ السلام اور ان کے ساتھی حق پر تھے اور اس پر اہل سنت کے بڑے بڑے اماموں نے اجماع نقل کیا ہے۔'' (سبل السلام ج:3، ص:259)

یہی امام لکھتے ہیں:

''زیادہ تشریح پڑھنی ہو تو میری کتاب "الروضة الندیه" پڑھو جو میں نے ایک یمنی عالم کے " قصیده بنام القصيدة العلويه "کی شرح میں لکھی ہے۔''

جنگ کیسے شروع ہوئی؟

امام ابن حجر ؒ فتح الباری ج:13، ص:57 کتاب الفتن میں لکھتے ہیں:

''جب جنگ صفین کی صفیں بندھ گئیں تو پہل اس طرح ہوئی کہ چھوکرے اور نوعمر لڑکے ایک دوسرے کو گالیاں دینے لگے، پھر تیر چلنے شروع ہوئے، پھر غلام اور احمق لوگ چل پڑے اور جنگ بے قابو ہو گئی، پھر بھڑک اٹھی۔ بصرہ کی طرف خندق کھودی گئی تھی، کچھ لوگ مارے گئے، کچھ زخمی ہوئے، حضرت علی علیہ السلام کے لشکر نے غلبہ حاصل کر لیا۔'' پھر حضرت علی علیہ السلام کا منادی نکلا اور اعلان کیا کہ فرار ہونے والے کا پیچھا نہ کرو، زخمی کو قتل نہ کرو اور کسی

کے گھر میں نہ گھسنا، مقتولین کا سامان جمع کر کے بصرہ کے بیت المال میں رکھوادیا اور اعلان کر دیا کہ اپنے اپنے مقتولین کا سامان پہچان کر لے جاؤ۔

یہ جنگ دن دھاڑے چاشت کے وقت (یعنی 10-9 بجے صبح) شروع ہوئی۔ رات کے وقت سبائیوں کی شرارت کا قصہ محض افسانہ ہے۔ جنگ دونوں فریقوں نے سوچ سمجھ کر شروع کی۔ پہلے تین دن صرف امیر معاویہ کے ساتھی حضرت علی علیہ السلام کے ساتھیوں کو زخمی کرتے رہے مگر حضرت علی علیہ السلام نے جواب دینے سے منع کیا۔ اس کے بعد آسمان کی طرف منہ کر کے دعا کی

"اے اللہ میں نے اُمت کو خوں ریزی سے بچانے کی کوشش کی مگر یہ لوگ باز نہیں آئے۔"

پھر آپ علیہ السلام نے جنگ کی اجازت دے دی۔

عمرو بن عاص کا بوقت موت اعتراف خطأ

شماستہ المھری سے روایت ہے کہ ہم عمرو بن عاص کے پاس گئے اور وہ مرنے کے قریب تھے۔ وہ بہت دیر تک روئے اور دیوار کی طرف منہ پھیر لیا۔ اس کے بیٹے نے کہا اے ابا جان آپ کیوں روتے ہیں، کیا آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خوشخبری نہیں دی؟ تب انہوں نے اپنا منہ سامنے کیا اور اور کہا سب باتوں سے افضل ہم سمجھتے ہیں شہادتین کا اقرار ہے۔ مجھ پر تین دور گزرے ہیں۔ ایک دور وہ تھا جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ برا کسی کو نہیں جانتا تھا اور میری خواہش تھی کہ کسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قابو پاؤں اور قتل کر دوں اگر میں اس حال میں مر جاتا تو دوزخی ہوتا۔ دوسرا دور وہ تھا کہ اللہ نے اسلام کی محبت میرے دل میں ڈال دی اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا میں نے کہا اپنا دایاں ہاتھ نکالئے تاکہ بیعت کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ بڑھایا مگر میں نے ہاتھ کھینچ لیا۔ فرمایا عمرو! تجھے کیا ہوا۔ میں نے عرض کی شرط کرنا چاہتا ہوں۔ پوچھا کونسی شرط میں نے کہا یہ شرط کہ میرے اب تک کے گناہ معاف ہو جائیں۔ فرمایا اے عمرو! تو نہیں جانتا کہ پہلے گناہوں کو اسلام مٹا دیتا

ہے، حج مٹا دیتا ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ مجھے کسی سے محبت نہ تھی نہ میری نگاہ میں آپ سے زیادہ کسی کی شان تھی اور نہ میں آنکھ بھر کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ سکتا تھا آپ کے جلال کی وجہ سے اور اگر کوئی مجھ سے حلیہ مبارک پوچھے تو میں بیان نہیں کر سکتا کیونکہ میں آنکھ بھر کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اس دور میں اگر میں مر جاتا تو امید تھی کہ میں جنتی ہوتا۔ مگر اس کے بعد ہم چند چیزوں میں پھنس گئے میں نہیں جانتا میرا حال کیا ہوگا ان کی وجہ سے، تو جب میں مر جاؤں تو میرے جنازے کے ساتھ کوئی رونے چلانے والی نہ ہو نہ آگ ہو اور جب مجھے دفن کرنا تو قبر پر اچھی طرح مٹی ڈال دینا اور میری قبر کے گرد کھڑے رہنا اتنی دیر جتنی دیر میں اونٹ کاٹا جاتا ہے اور اس کا گوشت بانٹا جاتا ہے۔ تاکہ میرا دل بہلے تم سے اور دیکھ لوں کہ رب کے بھیجے ہوؤں کو میں کیا جواب دیتا ہوں۔

(مسلم کتاب الایمان باب هل یواخذ باعمال الجاهلیه)

علامہ اُبی مالکی اپنی شرح مسلم میں ج:1 ص:228 پر اس حدیث کے تحت محدث بیاسی رحمۃ اللہ علیہ کا قول لکھتے ہیں:

''عمرو بن عاص نے کہا ہم نے معاویہ کی دنیا بنانے کی خاطر اپنی آخرت خراب کر لی۔''

جنگ نہروان

مسلمانوں کی تاریخ پڑھتے ہوئے احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات میں سے ہے کہ آئندہ مسلمانوں کو جو اتار چڑھاؤ پیش آنا تھا اس کے بارے میں پیش گوئی فرما دی۔ سیدنا علی علیہ السلام کے بعد جب بنوامیہ و بنوعباس کا زمانہ آیا تو انہوں نے تاریخ نویسوں سے تاریخ اس طرح لکھوائی کہ جو پڑھتا اسے لگتا کہ نعوذ باللہ حضرت علی علیہ السلام کوئی دانا آدمی نہ تھے۔ انہوں نے آتے ہی خواہ مخواہ تمام گورنر تبدیل کرا دیئے اور کسی کا مشورہ نہ مانا۔

سیدنا علی علیہ السلام کی جدوجہد نظام خلافت کو بچانے کی آخری کوشش تھی۔ وہ اس دین کو

اصل شکل میں بحال کرنا چاہتے تھے جس کو بدلنے کی کوشش ہو رہی تھی۔ حضرت علی علیہ السلام نے دین کو دوبارہ زندہ کرنے کی کوشش کی جس کو لوگوں نے شیعہ، سنی کش مکش بنا دیا۔ انہوں نے اپنا سر دے کر کوشش کی کہ سیلاب کو روکا جائے مگر سیلاب نہ رک سکا۔ لوگ جاگیروں اور وظیفوں کے ذریعہ دنیا کے عادی ہو چکے تھے لہٰذا علی علیہ السلام ان کو پسند نہ آئے۔ وہ ان کے دور کے آدمی نہ تھے۔

جنگ نہروان کے بارے میں پیش گوئی کے بارے میں 25 صحابہ کرام سے احادیث مروی ہیں۔ امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں ج:12، ص:302 پر ان سب کے نام لکھے ہیں۔ امام لکھتے ہیں:

"یہ 25 تو صحابی ہیں مگر ان کے طرق بے شمار ہیں۔ سارا مواد پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ یہ بلاشک اور قطعی خبر تھی جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بطور پیش گوئی بیان فرمائی۔ یہ جنگ ایسی تھی کہ سب پر واضح ہو گیا کہ حق علی علیہ السلام کے ساتھ تھا۔ پہلی جنگوں کے متعلق کچھ لوگ بہانے بناتے ہیں مگر اس جنگ پر سب متفق ہیں کہ حق علی علیہ السلام کے ساتھ تھا۔"

یہ گروہ خوارج سے جنگ تھی۔ جنگ صفین میں ثالثی کے بعد 12,000 لوگ لشکر علی علیہ السلام سے الگ (خارج) ہو گئے۔ اور بغاوت کر دی۔

(ابن حجر، فتح الباری، ج:11، ص:284)

حضرت علی علیہ السلام نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو بھیجا تو ان کے سمجھانے سے 8,000 نے توبہ کر لی مگر 4,000 اڑے رہے۔ ان کا کہنا تھا کہ آپ خلیفہ برحق تھے، مگر ثالثی مان کر آپ کافر ہو گئے کیونکہ آپ نے باغی امیر معاویہ کا سر کاٹ لینے کی بجائے ثالثی تسلیم کر لی۔ حالانکہ پہلے ثالثی ماننے پر بھی وہی لوگ مجبور کر رہے تھے اور قتل کی دھمکی دے رہے تھے۔ وہ لوگ قرآن کے قاری، عالم، نیک مگر متشدد تھے۔ دین داروں کو جب تشدد جیسی بیماری لگ جاتی ہے تو وہ نکتہ اعتدال کی حد پار کر جاتے ہیں۔

بخاری استتابة المرتدین والمعاندین باب من ترك قتال الخوارج

میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

”حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تقسیم کر رہے تھے کہ اس وقت ایک صحابی عبداللہ بن ذوالخویصرہ تمیمی آ پہنچا اور کہنے لگا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) عدل کر! دوسری کتابوں میں اس کے اور الفاظ بھی آتے ہیں کہ اس نے کہا اے محمدؐ! تجھے خدا نے ڈرنے اور انصاف کرنے کا حکم دیا تھا مگر تم نہ خدا سے ڈرے نہ انصاف کیا، تمہاری ساری تقسیم باطل ہے۔“

اس بدبخت نے یہ سب بکواس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روبرو کردی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”تیرا بیڑا غرق ہو! اگر میں نے انصاف نہ کیا تو دنیا میں کون انصاف کرے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی حضور اجازت دیں میں اس کی گردن اڑا دوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں رہنے دے، اس کا ایک گروہ نکلے گا جن کی نماز اور روزے کے سامنے تم اپنے نماز روزے حقیر جانو گے مگر وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے پار ہو جاتا ہے۔ مگر اس پر نہ خون لگا ہوتا نہ گوبر یعنی ان کی ایک ایک چیز دیکھ لو تو دین کا نشان تک ان میں نہ ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کی ایک ایسی نشانی مقرر کردی جس سے حق واضح ہو گیا۔ جب خارجی قتل ہوئے تو حضرت علی علیہ السلام کے ساتھیوں کے دل میں بھی شک آ گیا تھا کہ ہم سے بہت غلط کام ہوا جو اتنے پرہیزگار لوگوں کو قتل کر دیا۔

نشانی یہ بیان فرمائی کہ ان خارجیوں میں ایک شخص ایسا ہوگا جس کا ایک بازو عورت کے پستان کی طرح ہوگا۔ یہ لوگ اس وقت پیدا ہوں گے جب مسلمانوں میں پھوٹ پڑ چکی ہوگی اور خارجیوں کو وہ گروہ قتل کرے گا جو حق پر ہوگا۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

”گواہی دیتا ہوں کہ ان کو علی علیہ السلام نے قتل کیا اور میں بھی ان کے ساتھ تھا جب وہ

شخص لایا گیا اور اس کی شکل وہی تھی جو حضور ﷺ نے بیان فرمائی تھی ۔ ابو سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اس ذوالخویصرہ کے بارے میں تو قران کی آیت اتری کہ بعض لوگ تجھ پر صدقات کی تقسیم میں الزام لگاتے ہیں۔“ (سورۂ توبہ)

جب جنگ نہروان حضرت علی علیہ السلام نے جیت لی تو مقتولین میں سے اس شخص کی تلاش کا حکم دیا۔ لوگ آ کر کہنے لگے نہیں ملا۔ آپ نے فرمایا اللہ بھی سچا ہے اور اس کا رسول بھی سچا ہے، پھر تلاش کرو۔ آخر خود تشریف لے گئے اور ایک گڑھا دیکھا جس میں بہت سی لاشیں ڈھیر کی شکل میں پڑی تھیں۔ ان لاشوں کو ہٹایا تو ان میں سے اس شخص کی لاش ملی۔ حضرت علی علیہ السلام نے اسی وقت سجدہ کیا اور فرمایا اللہ اور اس کا رسول سچا ہے۔“

(ماجاء فی قول الرجل ویلك کتاب الادب)

اس حدیث کے ہم معنی احادیث بخاری میں دوسری جگہ اور دوسری کتابوں میں بھی آتی میں مثلاً

(بخاری کتاب الانبیاء باب قول الله تعالیٰ والی عاد اخاهم هوداً ، کتاب المناقب باب علامات النبوت فی الاسلام ، نسائی کتاب المحاربه باب من شهر سیفه ثم وضعه فی الناس، مسند احمد، 11600, 11305, 11311، 11558,11644,11671,11718, مسلم کتاب الزکاۃ باب اعطاء المؤلفه)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے ان کے بیٹے مصعب نے پوچھا کیا اخسرین اعمالا سے مراد حروری لوگ ہیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں اس سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں۔ یہود حضور علیہ السلام کا انکار کر کے کافر ہوئے اور نصاریٰ جنت کا انکار کر کے کہ وہاں کھانا پینا نہ ہوگا۔ حروریہ (خارجی) تو ان میں داخل میں جو اللہ کے عہد کو پختہ کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں۔ سعد رضی اللہ عنہ ان کو فاسق کہا کرتے تھے۔

(بخاری کتاب التفسیر باب قل هل انبئکم اخسرین اعمالا)

خارجی لوگ کافروں والی آیات مسلمانوں پر چسپاں کرتے تھے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ ان کو بدترین مخلوق شمار کرتے تھے۔ ان کی نشانی ٹنڈ کرانا تھی۔ خارجیوں کو قتل کرنا ثواب کا کام تھا۔

(بخاری کتاب استتابه المر تدین والمعاندین باب قتل الخوارج و الملحدین بعد امامة الحجة علیهم، کتاب التوحید باب قراة الفاجر و المنافق ، کتاب لمناقب باب علامات نبوة فی الاسلام ، کتاب التفسیر باب اثم من رای بقراتِ القران، مسلم کتاب زکوٰة باب اعطاء المؤلفة، مسند احمد حدیث:11637)

ابوامامہ نے کہا، خارجی دوزخ کے کتے ہیں۔

(ترمذی ابو اب التفسیر باب تفسیر سوره آل عمران)

خارجیوں کو قتل کرنے کا حکم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا تھا۔ (مسند احمد:11135)

امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری ج:12، ص:299 پر لکھتے ہیں:

''اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس میں حضرت علی علیہ السلام کی بڑی شان ہے اور ان کے ساتھی حق پر تھے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ حضرت علی علیہ السلام اپنی تمام جنگوں، جمل، صفین اور نہروان میں حق پر تھے۔''

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا:

''خارجی اس وقت ظاہر ہوں گے جب امت دو حصوں میں بٹ چکی ہوگی اور خارجیوں کو وہ گروہ قتل کرے گا جو حق کے زیادہ قریب ہوگا۔''

(مسند احمد حدیث :11928,11634,11468,11031، مسلم کتاب الزکوٰة باب اعطاء المولفة)

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''جنگ نہروان بن باز و شخص کی لاش ملنے سے یہ ثابت ہوگیا کہ علی علیہ السلام اور ان کے ساتھی حق پر تھے اور معاویہ اور ان کے ساتھی باطل پر تھے۔ اس بات

میں کوئی منصف شک نہیں کرسکتا اور اس کا انکار صرف متعصب آدمی کرے
گا یہ حدیث اور حدیث عمار رضی اللہ عنہ بھی دلیل ہے کہ علی علیہ السلام اور ان کے ساتھی
حق پر تھے۔" (نیل الاوطار ج:7،ص:175)

خلیفہ برحق سیدنا علی علیہ السلام کے دور میں آزادی اظہار کا یہ عالم تھا کہ خارجی ان کو قتل کی دھمکیاں دیتے تھے مگر آپ نے ان کے خلاف محض دھمکی دینے کے جرم میں کوئی قدم نہ اٹھایا۔ فتح القدیر شرح ہدایہ باب البغاۃ اور دیگر کتب فقہ میں حضرت علی علیہ السلام کا یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ کوفہ کی مسجد میں بعض خوارج حضرت علی علیہ السلام کو گالیاں دے رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا میں خدا سے عہد کرتا ہوں کہ علی علیہ السلام کو ضرور قتل کروں گا۔ کثیر الحضر می اسے سن رہے تھے۔ وہ اس شخص کو پکڑ کر حضرت علی علیہ السلام کے پاس لائے تو آپ نے اسے چھوڑ دینے کا حکم دیا، کثیر نے کہا یہ آپ کے قتل کی قسم کھا چکا ہے۔ آپ نے فرمایا کیا میں اسے قتل کروں حالانکہ اس نے مجھے قتل نہیں کیا۔ کثیر نے کہا یہ آپ کو گالیاں دے رہا تھا۔ آپ نے کہا تم چاہو تو جوابی گالی دے لو ورنہ چھوڑ ہی دو۔

مسجد میں حضرت علی علیہ السلام منبر پر ہوتے اور حاضرین میں سے کوئی خارجی کھڑا ہو کر کہتا تم کافر ہو، ہم تمہیں قتل کر دیں گے۔ اس پر آپ کوئی قدم نہ اٹھاتے بلکہ کہتے بیٹھ جا! کوئی بات نہیں۔ یہ بھی فرمایا کہ نہ تم لوگوں کا بیت المال سے وظیفہ بند کروں گا نہ مسجدوں میں نماز پڑھنے سے روکوں گا۔ میرے بارے میں جو کہو گے کوئی نوٹس نہ لوں گا مگر خون خرابہ نہیں کرنے دوں گا۔ لیکن خارجی باز نہ آئے۔ (فتح الباری، ج:12،ص:284)

اب ذرا ان کے زہد و تقویٰ کی داستان بھی سن لیں۔ اگر کوئی خارجی کسی عیسائی ذمی کے باغ سے ایک کھجور بلا اجازت توڑ لیتا تو اس کو کافر قرار دے دیتے کہ اس نے ذمی رعایا کا نقصان کیا لیکن مسلمانوں کی بستیوں میں گھس کر ان کا قتل عام کرتے کہ ان کے خیال میں حضرت علی علیہ السلام کے تمام ساتھی کافر ہیں لہٰذا ان کا قتل جائز ہے۔ اس کو زہد و تقویٰ کا ہیضہ کہتے ہیں۔

ان کے ظلم کی انتہا یہ تھی کہ حضرت علی علیہ السلام کے مقرر کردہ گورنر حضرت عبداللہ بن خباب بن ارت اپنی بیوی کے ساتھ اپنے علاقہ کو تشریف لے جا رہے تھے۔ ان کو ایک پل پر خارجیوں نے روک لیا اور پوچھا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے کہا میں مشہور صحابی رسولؐ حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کا بیٹا ہوں۔ خارجیوں نے ان کو چھری سے ذبح کیا اور ان کی حاملہ بیوی کا پیٹ چاک کر کے بچہ نیزے میں پرو دیا۔ (فتح الباری ج:12، ص:284)

اس پر امیر المومنین نے ان کو پیغام بھیجا کہ میں نے تم کو جس کام سے منع کیا تھا تم وہی کر رہے ہو۔ اب مجھ پر لازم ہو گیا ہے کہ میں تم سے جنگ لڑوں۔ جنگ سے پہلے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو ان کے پاس بھیجا۔ ان میں سے 8,000 نے توبہ کر لی باقی اڑے رہے۔ یہ تھے وہ خارجی جن کے بارے میں حضور علیہ السلام فرما چکے تھے کہ اگر میں اس وقت زندہ ہوا، جب وہ ظاہر ہوں گے، تو میں ان کو جہاں پاؤں، قتل کر دوں گا۔ وہ لوگ آسمان کی چھت تلے بدترین مخلوق ہوں گے۔ جو حق پر ہو، اس کو چاہئے ان کو قتل کرے۔ حضرت علی علیہ السلام نے ان کو قتل کیا۔

دوران جنگ لوگ حضرت علی علیہ السلام کو بتاتے کہ خارجی نہر پار کر آئے ہیں۔ آپ فرماتے کہ وہ نہر پار نہیں کر سکتے کیونکہ یہ نبوی پیش گوئی ہے بلکہ ہم اس طرف جائیں گے، اور تم میں سے صرف 12 شہید ہوں گے۔ جبکہ خارجی سب قتل ہوں گے صرف 10/12 بچیں گے۔ لوگوں نے جنگ کے بعد گنا تو ایسا ہی پایا

(بخاری کتاب استتابه المر تدین و المعاندین باب قتل الخوارج و الملحدین بعد امامة الحجة علیهم)

عقائد میں اہل سنت کے امام ابو الحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "مقالاتِ الاسلامیہ" مدرسوں میں پڑھائی جاتی ہے۔ وہ پہلے معتزلی تھے، پھر اہل سنت کے امام ہوئے۔ انہوں نے معتزلہ سے قلمی اور زبانی جنگ لڑی۔ ان کی تحقیق کا نچوڑ امام عبدالکریم شہرستانی رحمۃ اللہ علیہ نے

اپنی کتاب "الملل والنحل" میں پیش کیا ہے۔ یہ کتاب مذاہب عالم کے بارے میں ہے۔ ان کی کتاب پڑھ کر آدمی حیران ہوتا ہے کہ وہ اس دور میں بدھ مت، ہندومت، عیسائیت وغیرہ مذاہب کے بارے میں بہت جانتے تھے۔ ان کے فرقوں اور گروگھنٹال کے بارے میں جانتے تھے۔ اس طرح وہ مسلمانوں کے فرقوں کے بارے میں بھی معلومات رکھتے تھے۔ کتاب کا نام ہی گروہ اور فرقے رکھا ہے۔ وہ 479ھ میں پیدا ہوئے اور 548ھ میں فوت ہوئے۔

وہ ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ کا صحابہ کی لڑائیوں کے بارے میں یہ عقیدہ لکھتے ہیں۔

"ہم اہل سنت عائشہ رضی اللہ عنہا، طلحہ رضی اللہ عنہ، زبیر رضی اللہ عنہ کے بارے میں سوائے اس کے کچھ نہیں کہتے کہ وہ خطا پر تھے مگر انہوں نے اپنی غلطی سے رجوع کرلیا، طلحہ رضی اللہ عنہ وزبیر رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے اور جنت میں ہیں۔ معاویہ وعمرو بن عاص نے امام حق سے بغاوت کی اور اس بغاوت پر جمے رہے اور امام برحق نے اس بغاوت کے جرم میں ان سے جنگ لڑی جو جنگ نہروان والے خارجی تھے، وہ دین سے نکلے ہوئے لوگ تھے، جیسا کہ حدیث نبوی میں ہے، ان تمام جنگوں میں حق علی کے ساتھ تھا، وہ جدھر جدھر گھومتے گئے، حق ان کے ساتھ گھومتا گیا۔"

(الملل والنحل ج:1، ص:103، علامہ احمد بن علی مقریزی، الخطط والآثار ج:2، ص:360)

یہ ہے اہل سنت کا عقیدہ جس کو ناصبی مجروح کرنا چاہتے ہیں اور اپنے ہی گھر کو آگ لگا رہے ہیں۔ مختلف فرقوں کے بارے میں امام عبدالقاہر رحمۃ اللہ علیہ نے 429ھ میں ایک کتاب "الفرق بین الفرق"، لکھی۔ اس کے ص:342، پر امام لکھتے ہیں:

"ہم اہل سنت یہ کہتے ہیں کہ علی علیہ السلام اپنی تمام جنگوں، جمل، صفین، نہروان میں حق پر تھے۔ اور ہم یہ کہتے ہیں کہ طلحہ رضی اللہ عنہ نے توبہ کرلی تھی اور جنگ سے رجوع کرلیا تھا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جنگ چھوڑ کر چلے گئے تو ان کو وادی سباع

میں قتل کر دیا گیا، جب حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ زبیر رضی اللہ عنہ جنگ چھوڑ کر چلے گئے تو انہوں نے بھی جنگ سے نکل جانے کا ارادہ کر لیا۔ مروان بن حکم نے زہر آلود تیر سے ان کو شہید کر دیا۔ اہل سنت یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارادہ جنگ کا نہ تھا۔ بلکہ دونوں فریقوں میں صلح کے ارادہ سے وہاں گئی تھیں۔ مگر بنوضبہ اور بنوازدان کی رائے پر غالب آ گئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اجازت کے بغیر جنگ شروع کر دی، پھر ہوا جو ہوا۔ اور ہم یہ کہتے ہیں کہ صفین میں حق علی علیہ السلام کے ساتھ تھا، معاویہ اور ان کے ساتھیوں نے بغاوت کی۔ انہوں نے جو سمجھا، غلط سمجھا مگر اس غلطی سے کافر نہیں ہوئے، اور ہم یہ کہتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام تحکیم (ثالث مان لینے میں) میں حق پر تھے، جبکہ ثالثوں نے بالکل غلط قدم اٹھایا اور ایک ثالث نے دوسرے ثالث سے دھوکہ کیا۔

حنفی حضرات کی سب سے مشہور کتاب ہدایہ کے باب البغاۃ میں لکھا ہے کہ حق علی علیہ السلام کے ساتھ تھا اور جو ان سے لڑے سب باغی تھے۔ شافعیوں کی کتابوں میں بھی یہی بیان ہوا ہے۔

اہل حدیث حضرات کے امام نواب سید صدیق حسن خاں رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''الروضة الندیه'' اہل حدیث مدرسوں کے نصاب میں شامل ہے۔ یہ فقہ الحدیث کے موضوع پر ہے۔ اس کا متن امام شوکانی کی کتاب ''الدرر البهیه'' ہے جو چھوٹا سا رسالہ ہے۔ اس میں امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عمر بھر کی تحقیق کا نچوڑ لکھ دیا ہے۔ اس کی شرح نواب صدیق رحمۃ اللہ علیہ نے ''الروضة الندیه'' کے نام سے لکھی۔ نواب صاحب اس کتاب کی ج:2، ص:361-360 پر لکھتے ہیں:

''ساری امت کے عقیدہ کا خلاصہ یہ ہے کہ بلاشبہ جتنے بھی حضرت علی علیہ السلام سے لڑے باغی تھے اور حق علی علیہ السلام کے ساتھ تھا۔ طلحہ رضی اللہ عنہ و زبیر رضی اللہ عنہ نے

پہلے حضرت علی علیہ السلام کی بیعت کی پھر بیعت توڑ کر مکہ چلے گئے اور وہاں لشکر اکٹھا کر کے جنگ کی تیاری کی۔ لہٰذا ان سے جنگ حضرت علی علیہ السلام کے لیے ضروری ہو گئی تھی۔ خارجیوں سے جنگ کے بارے میں متواتر احادیث بتاتی ہیں کہ وہ گروہ دین سے نکل گیا تھا۔ اہل صفین کا باغی ہونا بالکل ظاہر ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ عمار رضی اللہ عنہ کو باغی ٹولہ قتل کرے گا۔ یہی حدیث کافی ہے۔ معاویہ جیسے آدمی کو کوئی حق نہیں تھا کہ وہ حضرت علی علیہ السلام سے ٹکر لیتے۔ وہ دنیا کے طالب اور حکومت کے بھوکے تھے۔ ان کو شام کے بے وقوف لوگ مل گئے جن کو نہ نیکی کا پتہ تھا نہ بدی کا۔ معاویہ نے خون عثمان رضی اللہ عنہ کا بہانہ بنا کر شامیوں سے دھوکہ کیا۔ ان پر یہ جادو چل گیا اور لوگوں نے اپنے جان و مال لٹا دیئے۔ شام کے لوگوں پر ہمیں کوئی حیرانی نہیں، حیرانی تو ان صحابہ اور تابعین پر ہے کہ وہ کیوں معاویہ کے پاس چلے گئے؟ خدا کی قسم! مجھے ان کے اس عمل کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ انہوں نے کیوں اہل باطل کی مدد کی اور اہل حق کا ساتھ کیوں چھوڑ دیا حالانکہ وہ قرآن میں سن چکے تھے کہ "باغیوں سے جنگ کرو۔" (حجرات:9/49)

کیا ان کو حدیثیں بھول گئی تھیں کہ جب تک جائز خلیفہ کفر بواح (کھلم کھلا کفر) نہیں کرتا، اس کے خلاف خروج منع ہے۔ (کیا حضرت علی علیہ السلام خلیفہ بننے کے بعد کافر ہو گئے تھے؟) ان لوگوں نے یہ بھی سنا تھا کہ عمار رضی اللہ عنہ کو باغی ٹولہ قتل کرے گا۔ اگر مجھے اس بات کا لحاظ نہ ہو کہ وہ چند دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے تھے، تو میں صاف کہہ دیتا کہ جیسے پہلی امتیں برباد ہوئیں، ان لوگوں (چند صحابہ و تابعین) کو بھی دنیا کے لالچ نے برباد کر دیا۔"

مکتبہ سلفیہ مکہ مکرمہ سے ایک کتاب شائع ہوئی ہے جس کا نام "معارج القبول بشرح سُلّم الاصول الی علم الاصول فی التوحید" ہے جو حافظ احمد حکمی کی تالیف ہے۔ اس میں وہ لکھتے ہیں:

''سیدنا علی علیہ السلام اپنے پورے دورِ خلافت میں حق پر قائم رہے۔ دین پر مستقیم رہے، کتاب اللہ کو نہیں چھوڑا، سنت رسول سے ادھر ادھر نہیں ہٹے۔ وہ کوشش کرتے رہے کہ منتشر امت کو دوبارہ اکٹھا کروں اور فتنہ کی آگ بجھادوں، بدعتی لوگوں کو ختم کردوں، مگر اس دوران وہ شقی ابن ملجم خارجی ملعون نے اس نیک بندہ خدا پر حملہ کیا اور مسجد میں شہید کردیا۔ اللہ اُس ملعون پر لعنت کرے اور میرا یقین ہے کہ وہ کر چکا! نہروان میں خارجیوں اور خونِ عثمان رضی اللہ عنہ کا مطالبہ کرنے والوں سے حضرت علی علیہ السلام دین کو زیادہ جانتے تھے۔ (ج:2،ص:581-582)

امام ابن کثیر البدایہ والنہایہ میں لکھتے ہیں:

''حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ بن عیاض سے امیر معاویہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا وہ ہیں تو صحابی مگر دنیا کی محبت میں مبتلا ہو گئے۔''

(البدایہ والنہایہ، ج:8،ص:152)

مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''امیر معاویہ خلفائے راشدین جیسی حکومت کیسے کر سکتے تھے کیونکہ انہیں وہ صحبت نصیب نہیں ہوئی جو پہلوں کو ملی۔''

امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں تعبیر الرویاء کے باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

''خلفائے راشدین کے علاوہ حکمرانوں کو اگر ہم خلیفہ کہتے ہیں تو وہ صرف ایک لغوی اصطلاح ہے ورنہ دین کے مطابق سب ملوک ہیں۔ ان کا طرز عمل وہ نہیں جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تھا۔''

ابن کثیر البدایہ والنہایہ ج:8،ص: پر لکھتے ہیں کہ سنت یہی ہے کہ معاویہ کو بادشاہ کہا جائے۔ خلیفہ نہ کہا جائے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے کہ میرے بعد خلافت 30 سال تک ہے پھر ملک عضوض ہے۔

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور ارشاد الحق اثری صاحب کا مشاجرات صحابہ میں مسلک یہ ہے کہ معاویہ کے مقابلہ میں اگر چہ علی علیہ السلام حق پر ہیں مگر حضرت علی علیہ السلام بھی غلطی پر تھے حق وہ ہے جو سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص وغیرہ غیر جانبدار حضرات کہتے تھے کہ جنگ لڑنے کی بجائے حجروں میں بیٹھ جانا چاہیے۔ حضرت علی علیہ السلام کو چاہتے تھا کہ حکومت چھوڑ دیتے، جو چاہتا سنبھال لیتا، یہ جنگ لڑنا برا کام تھا۔ ان حضرات نے اس طرح خلیفہ برحق کے طرز عمل کو غلط ٹھہرایا۔ جن اصحاب نے غلطی کی اور بعد میں نادم ہوئے، ان کے طرز عمل کو درست ٹھہرایا کہ انہوں نے فتنہ میں حصہ نہ لیا، ورنہ یہ فتنہ وہ نہ تھا جس میں حصہ لینے سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا، حضرت علی علیہ السلام کی جنگ تو قرآن پر عمل تھا کہ باغیوں سے لڑو۔ ان نیک صحابہ یعنی حضرت سعد بن ابی وقاص، ابن عمر رضی اللہ عنہ اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی غیر جانبداری نے حضرت علی علیہ السلام کو بہت نقصان پہنچایا، کیونکہ بہت سے لوگوں نے صرف یہ دیکھ کر حضرت علی علیہ السلام کا ساتھ نہ دیا کہ غیر جانبدار رہنا ہی درست راستہ ہے، ورنہ باغی کچلے جاتے۔ خلیفہ برحق کے خلاف بغاوت ہو اور وہ حکومت چھوڑ کر گھر چلا جائے، تو ذرا سوچئے ملک میں کیا ہوگا؟ یہ تو نری جہالت ہے کہ باغیوں کو کچلنے کی بجائے وہ حکومت چھوڑ دے۔

امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نیل الاوطار ج:5، ص:343-344 پر لکھتے ہیں:

> "کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جب مسلمانوں میں جنگ ہو تو کسی کا ساتھ نہ دو بلکہ وہ قتل کرنے کیلئے آجائیں تو قتل ہو جاؤ۔ دوسرے کہتے ہیں کہ باغیوں سے نہ لڑو، اگر وہ تم کو قتل کرنے کے لئے آجائیں تو مقابلہ کرو۔ بعض کہتے ہیں وہ علاقہ چھوڑ دو۔"

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

> "یہ سب مذہب غلط ہیں۔ جمہور صحابہ رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ باغیوں سے جنگ لڑو اور خلیفہ برحق کی مدد کرو۔ یہی علماء اسلام کی اکثریت کا مذہب ہے

کیونکہ قرآن میں حکم ہے کہ باغیوں سے لڑو۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہی صحیح مذہب ہے۔ اگر پہلے گروہ کی بات مان لی جائے کہ مقابلہ نہ کرو، تو پوری دنیا میں فساد پھیل جائے اور بدمعاش غالب آ جائیں۔ باغیوں سے جنگ لڑنے کے حکم والی آیت کے علاوہ دوسری آیات و احادیث سے بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے واجب ہونے کا حکم ملتا ہے۔''

شہادت عظمیٰ

امام ہادیٔ انام ابوالآئمہ العظام حضرت علی علیہ السلام

بکر بن حماد القاہری نے واقعہ ہائلہ شہادت پر جو اشعار کہے ان کا ترجمہ یہ ہے۔

''ابن ملجم سے کہنا (گو میں جانتا ہوں) کہ تقدیر سب پر غالب ہے کہ کم بخت تو نے اسلام کے ارکان کو ڈھایا۔ وہ شخص جو زمین پر چلنے والوں میں سے سب سے افضل تھا اور اسلام اور ایمان میں سب سے اوّل تھا اور قرآن وسنت کے جاننے میں سب سے اعلم تھا، تو نے اسے قتل کیا۔ وہ داماد نبی اور ان کا دوست و ناصر تھا جس کے مناقب کے نور اور برہان روشن ہیں۔ جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ایسا تھا جیسے موسیٰ علیہ السلام کے لیے ہارون علیہ السلام۔ جو لڑائی میں شمشیر براں اور دلیر شیر تھا جب خوب گھمسان کا رن پڑ جاتا! میں اس کے قاتل کا خیال کرتا ہوں اور روتا روتا کہتا ہوں اے اللہ! تو پاک ہے، تیری قدرت عجیب ہے۔ میں تو اس قاتل کی بابت کہوں گا کہ وہ بشر نہیں جو قیامت سے ڈرتا ہو بلکہ وہ شیطان ہے اپنے قبیلہ مراد میں سب سے زیادہ بد بخت اور میزان میں سب سے زیادہ زیاں کار۔ (وہ تو) عاقر ناقہ جیسا تھا جس نے صالح علیہ السلام کی ناقہ کو مارا اور قوم ثمود پر ملک حجر میں تباہی لانے کا سبب ٹھہرا۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر وار کرنے سے اس کا مقصد یہی ہوگا کہ وہ خود جہنم کی آگ کا ایندھن بن سکے۔''

(رحمۃ العالمین، قاضی سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ، ص:337-338، ج:2)

قرآن مجید میں کئی مقامات پر قوم ثمود کا ذکر آیا ہے۔اس بدنصیب قوم کی طرف اللہ تعالیٰ نے سیدنا صالح علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا تھا۔آخر انہوں نے مطالبہ کیا کہ اپنی نبوت کی کوئی نشانی دکھائیں تو حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا یہ اونٹنی اللہ تعالیٰ نے نشانی مقرر کردی ہے،اس کو برائے سے ہاتھ نہ لگانا۔اگر بری نیت سے کسی نے چھیڑا تو برباد ہو جاؤ گے۔یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی ہے۔ایک دن یہ اکیلی پانی پیئے گی اور ایک دن تمہارے جانور پانی پیئیں گے۔قرآن مجید بتاتا ہے کہ وہ نامراد باز نہ آئے۔اللہ کے نبی کی بات کو جھٹلایا اور اونٹنی کو قتل کردیا۔پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کی سزا میں ان کا نام ونشان تک مٹادیا۔

ہماری امت میں بھی اللہ تعالیٰ نے ایک ناقۃ اللہ کو پیدا کیا کہا اس کو قتل نہ کرنا ورنہ تم پر اندھیری رات چھا جائے گی اور تم ہمیشہ اندھیروں میں ٹھوکریں کھاتے پھرو گے۔وہ اونٹنی حضرت علی علیہ السلام تھے،جن کو بدقسمتی سے اس امت نے قتل کردیا۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے البدایہ والنہایہ،ج:7،ص:227 تا229 پر ذکر مقتل امیر المومنین علی علیہ السلام ابن ابی طالب کے عنوان کے تحت وہ تمام احادیث درج کردی ہیں جن میں سیدنا علی علیہ السلام کی شہادت اور اس کی کیفیت کا بیان ہے۔

حضرت جابر بن سمرہ روایت کرتے ہیں:

”حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ پہلی امتوں میں سب سے بدنصیب آدمی کون تھا؟ لوگوں نے عرض کیا حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو قتل کرنے والا پھر پوچھا اس امت کا سب سے بدبخت آدمی کون ہوگا؟ عرض کیا اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:”علی علیہ السلام! وہ تیرا قاتل ہوگا۔“

حضرت علی علیہ السلام بار بار لوگوں سے فرماتے کہ اس اللہ کی قسم جس نے جانیں پیدا کیں،جو انگوریاں اُگاتا ہے۔(یعنی بیج پھاڑتا ہے) کہ میرا سر داڑھی تک خون سے رنگا جائے گا۔وہ بدبخت کیوں نہیں آتا؟ میں ان مسلمانوں سے تنگ آچکا ہوں۔عبداللہ بن

سبعہ نے کہا امیر المومنین! اللہ کی قسم اگر کسی آدمی نے یہ کام کیا تو ہم اس کی نسل ختم کر دیں گے۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا، میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں اگر ایسا ہوا تو میرے قاتل کے سوا کسی کو قتل نہ کرنا۔ یہ تھا علی علیہ السلام کا عدل!

حضرت علی علیہ السلام کی شہادت ناقۃ اللہ کا قتل ہے۔ اس امت کے تابوت میں آخری کیل حضرت علی علیہ السلام کی شہادت تھی۔ وہ ایک انسان سے زیادہ ایک مدرسہ فکر تھے۔ وہ ایک اصول کیلئے لڑ رہے تھے کہ اللہ کے دین کو بچالو اور حکومت ایسی ہو جیسی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتائی تھی۔ سیدنا علی علیہ السلام سیاسی اسلام کے قائل تھے۔ حکومت وہ چشمہ ہے جو گدلا ہو جائے تو سارا پانی گدلا ہو جائے گا۔ حضرت علی علیہ السلام اس کی آخری نشانی تھے۔

اس وقت دو اصول، دو مدارس فکر برسر پیکار تھے۔ ایک دنیاوی سیاست تھی۔ امیر معاویہ دنیاوی حکومت قائم کرنا چاہتے تھے جس کا کوئی اصول نہیں۔ جھوٹ بولنا پڑے بولو، ناجائز سختی کرنا پڑے تو کرو، لوگوں کے مال چھیننا چاہو تو چھین لو، وہاں نہ کوئی اصول تھا نہ دین تھا، بظاہر نماز روزہ تھا مگر حکومت دنیاوی تھی۔ اس وقت دنیاوی حکومت اور دینی حکومت ایک دوسرے سے لڑ رہے تھے۔

حضرت علی علیہ السلام دینی حکومت کی بقاء کیلئے لڑ رہے تھے۔ ان کو اپنے اقتدار سے غرض نہ تھی۔ وہ نبیوں کی میراث کیلئے برسر پیکار تھے کہ حکمران امت کا سب سے عادل اور متقی آدمی ہو اور وہ قرآن کے ماتحت رہ کر کام کرے۔ مگر ان کی پیش نہ چلنے دی گئی کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور سے لوگ حکومت سے وظیفے اور جاگیریں لینے کے عادی ہو چکے تھے۔ اس لیے لوگوں کا مزاج بدل چکا تھا علی علیہ السلام ان کو موافق نہ تھے۔ وہ لوگوں کو جدھر موڑنا چاہتے تھے۔ لوگ وہ رستہ چھوڑ چکے تھے۔ فتوحات کے بعد بہت مال آ گیا۔ دنیا میں دنیاداری آ گئی تھی۔ حضرت علی علیہ السلام لوگوں کو درکار نہیں تھے۔

جنگِ جمل، جنگِ صفین، جنگ نہروان اور امیر معاویہ کے چھاپہ مار دستوں نے حضرت علی علیہ السلام کی حکومت کو کمزور کر دیا۔ امیر معاویہ کے چھاپہ مار دستے حضرت علی علیہ السلام

کے زیر انتظام علاقوں میں آبادیوں کو لوٹتے اور بھاگ جاتے۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''معاویہ کی پوزیشن روز بروز مضبوط ہوتی گئی۔ ہر طرف ان کے فوجی چھاپہ مار دستے پھرتے تھے اور آبادیوں کو لوٹتے تھے۔ نعرہ یہ لگاتے کہ علی علیہ السلام کے ثالث نے ان کو برطرف کر دیا ہے اور امیر معاویہ کے ثالث نے ان کو خلیفہ مقرر کر دیا لہٰذا علی علیہ السلام اب خلیفہ نہیں ہے، اب معاویہ امیر المومنین ہیں۔ جوں جوں معاویہ کا کام ترقی کرتا چلا گیا، عراقی کمزور ہوتے چلے گئے آبادیاں چھن گئیں، فوج بددل ہوگئی حتیٰ کہ مکہ و مدینہ تک چھن گئے۔

حضرت علی علیہ السلام کو اتنا زیادہ تنگ کیا گیا کہ انہوں نے دعا کی اے اللہ! یہ لوگ مجھ سے تنگ آ چکے ہیں اور میں ان سے تنگ آ چکا ہوں۔ یہ مجھے اچھا نہیں جانتے، میں ان کو اچھا نہیں جانتا۔ مجھ پر رحم فرما، میری جان ان لوگوں سے چھڑا دے۔ اس دعا کے بعد ایک جمعہ بھی نہیں گزرا کہ آپ شہید کر دیئے گئے۔''

(ابن کثیر: البدایہ والنہایہ، ج:7، ص:355)

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ ولی اللہ نے جھوٹی روایات کا سہارا لے کر حضرت علی علیہ السلام نے ذمے بات لگائی جس سے امیر المومنین بری ہیں۔ ایسی تمام روایات من گھڑت اور جعلی ہیں جن میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام آخر میں پچھتائے تھے اور کہتے تھے کاش میں 20 سال پہلے مر گیا ہوتا! یہ بالکل سفید جھوٹ ہے۔ ان کو اپنی جنگوں کے بارے میں کوئی شک نہیں تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود ان کو فرما چکے تھے اور پیش گوئی کر چکے تھے کہ علی علیہ السلام یہ جنگیں لڑیں گے۔ یہ ان کے ذمہ تہمت ہے کہ نتائج دیکھ کر وہ کہتے تھے کاش میں ان جنگوں میں نہ پڑتا۔ اس کے علاوہ یہ جھوٹ حضرت علی علیہ السلام کے ذمہ لگایا گیا کہ آخر میں خط و کتابت کے ذریعہ علی علیہ السلام نے امیر معاویہ سے طے کر لیا کہ تم شام میں حکومت کرو میں عراق پر حکومت کرتا ہوں، لہٰذا وہ آدھی حکومت دینے پر رضامند ہو گئے۔ حضرت علی علیہ السلام نے ایسی

بات کبھی نہیں کی، اور ایسی تمام روایات جھوٹی ہیں۔ حضرت علی علیہ السلام نے آخر تک امیر معاویہ کو جائز حکمران تسلیم نہ کیا، نہ ان سے کوئی معاہدہ کیا اور نہ کوئی حصہ دینا تسلیم کیا۔ اسی طرح حضرت حسن علیہ السلام کا نام لے کر جھوٹ بولا گیا کہ حضرت حسن علیہ السلام حضرت علی علیہ السلام سے کہتے تھے کہ میں نے آپ کو پہلے ہی منع کیا تھا کہ ان کاموں میں نہ پڑیں۔ حضرت حسن علیہ السلام نے ایسا کبھی نہیں کہا اور وہ ہر جنگ میں حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ تھے۔

جب حضرت علی علیہ السلام کی شہادت کا وقت آیا تو تین آدمی مکہ میں جمع ہوئے۔ انہوں نے آپس میں بات کی اور نتیجہ نکالا کہ تین آدمیوں کی وجہ سے امت میں انتشار ہے، ایک امیر معاویہ، دوسرے عمرو بن عاص، اور تیسرے حضرت علی علیہ السلام، لہٰذا ان تینوں کو ختم کر دیا جائے تاکہ انتشار ختم ہو۔ ان کے بعد امت اپنا حکمران پھر سے چن لے گی۔

ابن ملجم حضرت علی علیہ السلام کا قاتل ضرور ہے مگر اس نے اجتہاد کیا۔ وہ آدمی نیک تھا مگر مغالطے کا شکار ہو گیا۔ ابن کثیر، طبری اور تہذیب الآثار میں ہے کہ جس نے ایمانداری سے اجتہاد کر کے نہایت برا کام کیا، وہ ابن ملجم تھا۔

جو عمرو بن عاص کو قتل کرنے گیا وہ اس لیے کامیاب نہ ہوا کہ اس دن عمرو بن عاص کی بجائے فجر کی نماز پڑھانے کے لئے ایک آدمی عمرو بن خارجہ آیا تو اس کو زخمی کر دیا، دوسرے آدمی نے امیر معاویہ پر حملہ کیا مگر کامیاب نہ ہوا اور پکڑا گیا، ابن ملجم کا وار کامیاب رہا۔

سیدنا علی علیہ السلام فجر پڑھانے آئے تو اس نے پیچھے سے سر پر وار کیا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیش گوئی کے عین مطابق سر مبارک زخمی ہوا اور داڑھی خون سے رنگی گئی۔ اس وقت حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: ''کعبہ کے رب کی قسم میں مراد پا گیا!''

ابن کثیر لکھتے ہیں:

''پیش گوئی تھی اس امت کا شقی علی علیہ السلام کا قاتل ہوگا۔''

(البدایہ والنہایہ ج:7، ص:355)

اب ذرا امیر المومنین کا اخلاق ملاحظہ فرمائیں کہ دوسری پارٹی نے تو بچے تک نہ

چھوڑے مگر حضرت علی علیہ السلام نے اپنے قاتل کے بارے میں کیا فرمایا: ؟

امام بیہقی السنن الکبریٰ میں لکھتے ہیں:

جب ابن ملجم نے ضرب لگائی اور پکڑا گیا تو حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

"اسے اچھا کھانا دو، جب تک قید میں رہے، اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو، اگر میں بچ گیا تو میں اپنے خون کا خود مالک ہوں، اگر مر جاؤں تو اس کو قتل کر دینا مگر اس کی لاش نہ بگاڑنا۔" (ج:8،ص:183)

حضرت علی علیہ السلام کے مخالف یہاں بھی باز نہ آئے، جو گناہ وہ خود کرتے تھے وہ حضرت علی علیہ السلام کے گھر والوں پر لگا دیا کہ حسن علیہ السلام نے بعد میں عبداللہ بن جعفر کے ساتھ مل کر ابن ملجم کے ہاتھ پاؤں کاٹے اور پھر اس کو جلا دیا۔ یہ سفید جھوٹ ہے اور اس بارے میں کوئی روایت صحیح نہیں ہے۔ اصل صورت حال صرف اتنی ہے کہ ابن ملجم کو قتل کر دیا گیا۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: "میرے بدلے میں صرف میرے قاتل کو قتل کرنا۔" (البدایہ والنہایہ ج:7،ص:353)

آپ نے اپنے بعد کسی کو نامزد نہیں فرمایا بلکہ بوقت شہادت فرمایا کہ اگر اللہ نے پوچھا تو کہہ دوں گا کہ امت کو بے خلیفہ چھوڑ آیا ہوں۔ (ابن کثیر البدایہ ج:7،ص:353)

حضرت علی علیہ السلام کی شہادت اس امت کی بدبختی کا آغاز تھی۔ پھر کوئی اصول باقی نہ رہا۔ دولت اور جاگیروں کے ذریعہ لوگ خرید لئے گئے۔ حتیٰ کہ حضرت علی کے داماد عبداللہ بن جعفر کو بھی امیر معاویہ نے اپنے ساتھ ملا لیا۔ حضرت حسین علیہ السلام نے جب یہ دیکھا کہ سب بک چکے تو پھر خروج فرمایا۔ عبداللہ بن جعفر سے یزید نے حکومت سنبھالنے کے بعد پوچھا کہ میرا باپ تجھے کتنا مال دیتا تھا۔ اس نے کہا ایک لاکھ درہم، یزید نے کہا یہ لے دو لاکھ! ابن جعفر نے کہا لوگ مجھے کہتے ہیں میں یزید کو اچھا نہ کہوں بتاؤ میں یزید کو کیوں اچھا نہ کہوں؟ ایسی صورت حال میں حضرت علی علیہ السلام اور حسین علیہ السلام کیسے کامیاب ہو سکتے تھے۔

اسلام کا اصل پیغام حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ایلچی حضرت ربی بن رضی اللہ عنہ

عامر نے رستم کے دربار میں اس کے تخت پر کھڑے ہو کر دیا اور اُسی پیغام نے دنیا کے دِل جیتے تھے۔ انہوں نے فرمایا:

''ہم لوگ اس لیے نکلے ہیں کہ لوگوں کو انسانوں کی غلامی سے نکال کر اللہ کی غلامی میں پہنچا دیں۔ دنیا کی تنگنائے سے نکال کر آخرت کی وسعت میں پہنچانا چاہتے ہیں۔ گروہ بندیوں سے نکال کر اسلام کی وسعت میں پہنچانا چاہتے ہیں۔''

یہ نظام اگر دنیا میں چلتا رہتا تو پوری دنیا مسلمان ہو جاتی۔

صلح امام حسن علیہ السلام

''اور اگر یہ لوگ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی صلح کی طرف مائل ہو جاؤ اور اللہ پر بھروسا رکھو۔'' (سورۂ انفال:61-62/8)

صلح حسن علیہ السلام اسلامی تاریخ کا سب سے نازک موضوع ہے۔ اس کے بارے میں اتنی غلط فہمیاں پھیلا دی گئی ہیں کہ اس کو سمجھنا بہت مشکل ہو گیا ہے۔ اس کے بارے میں بات کرتے ہوئے بڑے بڑے پھسل گئے۔ اس صلح سے اتنے غلط نتیجے نکالے گئے کہ سارا دین ٹیڑھا ہو کر رہ گیا کہ جس گروہ سے حضرت علی علیہ السلام جنگ لڑتے رہے اور جو گروہ نص رسول کے مطابق باغی تھا، اس کے سامنے امام حسن علیہ السلام نے ہتھیار ڈال دیئے اور اس کو حکمران تسلیم کر لیا؟ اس وقت نیک آدمیوں کا بڑا گروہ غیر جانبدار بن گیا۔ اگر وہ علی علیہ السلام کا ساتھ دے دیتے تو اسلام کو اتنا نقصان نہ ہوتا اور فتنہ ختم ہو جاتا۔ ان غیر جانبدار حضرات نے اس صلح سے یہ جواز نکال لیا کہ اگر جنگیں درست تھیں تو پھر حضرت حسن علیہ السلام نے صلح کیوں کی؟ اگر حضرت علی علیہ السلام بھی امیر معاویہ سے صلح کر لیتے تو اس صلح سے زیادہ بہتر نتیجہ نکلتا۔ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہی بات پکڑ لی اور کہا حضرت حسن علیہ السلام کا صلح کر لینا ہی ثابت کرتا ہے کہ ان کے والد کی جنگیں غلط تھیں۔

دوسری طرف اس گروہ نے جو نص رسول کے مطابق باغی تھا، یہ کہنا شروع کر دیا کہ اگر امیر معاویہ اتنے ہی نا اہل تھے تو حضرت حسن علیہ السلام نے ان کو حکمران کیوں تسلیم کر لیا؟ لہٰذا ان کی صلح نے یہ ثابت کر دیا کہ امیر معاویہ خلافت کے اہل تھے اور اس طرح اِن کو سند جواز عطا کر دی۔

تیسری طرف جو لوگ حضرت حسن علیہ السلام کے فدائی تھے، ان پر بد دلی کا پہاڑ گر گیا۔ آدمی تصور بھی نہیں کر سکتا کہ سیدنا حسن علیہ السلام کے مخلص ساتھیوں یعنی حضرت حجر بن عدی رضی اللہ عنہ جیسوں پر کیا گزری۔ وہ لوگ روتے رہے اور کہتے رہے کہ آپ ہمیں مروا دیتے تو اس سے بہتر تھا کہ امیر معاویہ کے سامنے ہمیں جھکا دیا؟ حضرت حسن علیہ السلام کے ساتھیوں میں سے بعض اس صلح کے بعد، آپ کو یا عار المسلمین (اے مسلمانوں کیلئے باعث شرم) اور یا مذل المومنین (اے مسلمانوں کو ذلیل کرنے والے) کہنے لگے۔

اس صلح کے بعد حضرت حسن علیہ السلام پر بہت مشکل وقت آ پڑا۔ دوست ناراض ہو گئے اور دشمنوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ اگر حسن علیہ السلام حکومت کرنے کے قابل ہوتے تو امیر معاویہ کو حکومت کیوں سونپ دی؟ اور یہ کہ حسن علیہ السلام کو صرف عورتوں کا شوق ہے۔ کتابوں میں سیدنا حسن علیہ السلام کو بدنام کیا کہ نکاح کرتے جاتے اور طلاق دیتے جاتے۔ آپ سے حکومت بھی چھین لی اور یہ سفید جھوٹ بھی پھیلا دیا کہ حسن علیہ السلام کو سوائے عورتوں کے اور کوئی کام ہی نہیں لہٰذا انہوں نے حکومت کیا کرنی ہے؟ انہوں نے خود حکومت چھوڑی ہے، ان کو سوائے جماع کے اور کوئی کام آتا ہی نہیں!

یہ بیان کیا گیا کہ انہوں نے نوے (90) عورتوں سے شادی کی۔ کسی نے جھوٹ بولنے والوں سے یہ نہ پوچھا کہ وہ نوے عورتوں کس قبیلہ سے تھیں، نام کیا تھے، کس کی اولاد تھیں؟ مگر سیدنا حسن علیہ السلام مظلوم ہو گئے۔

تاریخ میں امام حسن علیہ السلام امام حسین علیہ السلام سے زیادہ مظلوم ہیں۔ ان سے اپنے بھی ناراض ہیں اور بیگانے بھی ناخوش! جو کہتے تھے صلح نہ کریں وہ بھی ناراض ہو گئے اور بعد میں جو کچھ ہوا، اسے دیکھ کر وہ سچے بھی لگتے ہیں۔ پھر وہ پوچھتے تھے کہ اب جو ہو رہا ہے کیا یہ ٹھیک ہے؟ ساتھی قتل ہو رہے ہیں، جائیدادیں ضبط ہو رہی ہیں، حضرت علی علیہ السلام پر لعنت ہو رہی ہے، یہ صلح کرنا تھی؟

یہ موضوع اتنا نازک اور پیچیدہ ہے کہ تاریخ کی مدد سے حل ہونے والا نہیں، یہ صرف

حدیث کی برکت سے حل ہوگا۔ اسلامی تاریخ میں اس سے بڑھ کر کوئی موضوع پیچیدہ نہیں ہے۔

ایک بات تو ذہن میں یہ ہے کہ سیدنا حسن علیہ السلام کی صلح سے لوگوں نے جو یہ نتیجہ نکالا کہ حضرت علی علیہ السلام کی جنگیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسند نہیں تھیں، اس لئے حضرت حسن علیہ السلام کی صلح کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اچھا جانا، تو یہ نتیجہ نکالنا بالکل غلط ہے۔ ہر کام کا ایک وقت ہوتا ہے، جنگ کے وقت جنگ لازم ہے۔ حضرت علی علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان اور حکم قرآن کے مطابق جنگ لڑ رہے تھے کہ باغیوں سے لڑو۔ ان کی جنگیں قرآن پر عمل تھا۔ امام ماوردی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہر کام کا ایک وقت ہوتا ہے۔ جس پوزیشن میں حضرت علی علیہ السلام تھے، اگر سیدنا حسن علیہ السلام بھی ہوتے، تو جنگ لڑتے اور جس پوزیشن میں سیدنا حسن علیہ السلام تھے، اگر حضرت علی علیہ السلام بھی ہوتے تو صلح کرتے۔ (الماوردی، قتال اهل البغی ص:93)

دوسری بات یہ تھی کہ حضرت حسن علیہ السلام کے کمانڈر امیر معاویہ نے خرید لئے تھے۔ (امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، فتح الباری ج: 13،ص: 67، شرح نہج البلاغہ، ج: 16، ص:7-8 بحوالہ ابوالحسن المدائنی)

یہ بات سیدنا حسن علیہ السلام کے علم میں تھی لہٰذا انہوں نے خلافت چھوڑنے سے پہلے خطبہ ارشاد فرمایا: اور اپنے ساتھیوں کا ضعف بیان کیا۔

(ابن کثیر، اسد الغابہ ج:2،ص:13-14)

لہٰذا ہر جگہ اور صورتِ حال کیلئے جدا جدا قانون ہے، اندھے کی لاٹھی نہیں چلانی چاہیے۔

اب ذرا سورۂ انفال:8/61-62 پڑھیں، جو لوگ شروع سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دشمنی کر رہے تھے اور ان کی عداوت چھپی ہوئی نہ تھی، ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان لوگوں کی دیرینہ دشمنی اگرچہ بالکل واضح ہے اور آئندہ بھی باز آنے والے نہیں ہیں، یہ دھوکہ کریں گے، ان سب باتوں کے باوجود حکم ہوا کہ اگر کفار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حالت جنگ

میں بھی صلح کی پیش کش کریں تو ان سے صلح کرلیں۔ اسلام پر عمل کرنا پل صراط سے گزرنا ہے۔ اسلام اخلاقیات کا پابند ہے جبکہ سیاسی چالیں اور ہیں۔ اگر کفار سے ان کی پیش کش کے باوجود صلح نہ کریں تو ان کو یہ پراپیگنڈہ کرنے کا موقعہ مل جائے گا کہ مسلمان دہشت گرد ہیں صلح سے نفور ہیں اور صرف فساد چاہتے ہیں۔ فرمایا اگر کافر صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی صلح کی طرف مائل ہو جاؤ اور خدا پر بھروسہ رکھو۔ (اگر چہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ کفار مکہ اور یہود باز نہ آئیں گے مگر صلح کا حکم فرمایا کیونکہ صلح نہ کرنے سے بدنامی ہوگی اللہ سب کچھ دیکھنے والا جاننے والا ہے۔ اگر کافر صلح کے پردے میں دھوکہ دینے کا ارادہ رکھتے ہیں اور یہ صلح صرف چال ہے تو آپ یہ بدنامی نہ لیں کہ مسلمان صلح کرنا جانتے ہی نہیں) اللہ تیرے لیے کافی ہے۔

یہ قرآن ہی کا حکم تھا کہ خندق کی جنگ لڑنے اور کفار کے بے بس کر دینے کے بعد، جب حدیبیہ کے مقام پر کفار نے صلح کی پیش کش کی، تو فوراً منظور فرمالی ورنہ اشارہ فرماتے تو جانثار کفار کی بوٹیاں اڑا دیتے کیونکہ وہ کافر وہی تو تھے جو دو دفعہ ہار چکے تھے۔ مگر خدا تعالیٰ نے فرمایا صلح کرلیں۔ حضور ﷺ نے صلح کی اور ایسی شرطوں پر کی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے محدث (جو نبی نہ ہو مگر خدا سے الہام کرے) نے ان شرطوں پر احتجاج کیا۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی فرما دیا تھا، کفار نے صلح کے بعد دھوکہ کیا اور حضرت حسن علیہ السلام سے صلح کرنے والوں نے بھی دھوکہ کیا۔

مؤرخین نے جھوٹ لکھا کہ حضرت حسن علیہ السلام نے خلیفہ بنتے ہی امیر معاویہ کو صلح کی پیش کش کے خط لکھنا شروع کر دیئے۔ صحیح بخاری اور دوسری کتابیں پڑھو، کیا حسن علیہ السلام نے ایک بار بھی صلح کی پیشکش کی؟

مؤرخین نے مزید یہ جھوٹ بولا کہ حضرت حسن علیہ السلام بزدل آدمی تھے، حضرت علی علیہ السلام کے زمانہ میں بھی ان کو جنگ سے روکتے رہے۔ اس طرح جھوٹ لکھ لکھ کر سیدنا حسن علیہ السلام کی شخصیت کو داغدار کر دیا۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ

سیدنا حسن علیہ السلام نے ایک دن بھی امیر معاویہ کو صلح کی پیش کش نہیں کی بلکہ خود امیر

معاویہ نے صلح کی پیش کش کی تھی۔امام بخاری کتاب الصلح باب الصلح فی الدیۃ“
میں ایک روایت لائے جو موسی رحمۃ اللہ علیہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے
حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے سنا وہ کہتے تھے خدا کی قسم! حسن علیہ السلام بن علی علیہ السلام معاویہ کے مقابل
پہاڑوں کی طرح فوجیں لے کر آئے تھے۔عمرو بن عاص نے کہا میں ایسی فوجیں دیکھ رہا
ہوں جو اس وقت تک پیٹھ نہ پھیریں گی جب تک اپنے مقابل لوگوں کو قتل نہ کر لین۔معاویہ
نے کہا اے عمرو! (یہاں حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں عمرو اور معاویہ میں سے معاویہ پھر بھی
بہتر تھا) اگر انہوں نے ان کو اور انہوں نے ان کو ماردیا، آخر ان کے خون کا کون ذمہ
دار ہوگا۔اور ان کی عورتوں بچوں کی خبر گیری کون کرے گا۔قریش کے دو اشخاص عبدالرحمٰن
بن سمرہ اور عبداللہ بن عامر کو جو بنی عبدشمس سے تھے امام حسن رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا اور کہا ان
کے پاس جاؤ اور صلح پیش کرو، ان سے گفتگو کرو اور جو وہ کہیں مان لو۔وہ دونوں گئے، گفتگو کی
اور صلح کے طلب گار ہوئے۔امام حسن علیہ السلام نے فرمایا ہم عبدالمطلب کی اولاد خلافت سے
سیر ہوگئے اور ہمارے ساتھ جو لوگ ہیں وہ خون خرابہ کرنے میں طاق ہیں۔وہ دونوں کہنے
لگے معاویہ آپ کو یہ یہ باتیں پیش کرتا ہے، آپ سے صلح چاہتا ہے اور جو آپ چاہیں وہ
منظور کرتا ہے۔امام حسن علیہ السلام نے پوچھا ضامن کون ہے؟ ان دونوں نے کہا ہم ضامن
ہیں۔امام حسن علیہ السلام نے جو بات بھی چاہی ان دونوں نے یہی کہا ہم اس کا ذمہ لیتے ہیں
آخر امام حسن علیہ السلام نے صلح کر لی۔حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کو
یہ کہتے سنا وہ کہتے تھے:

> ”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منبر پر دیکھا اور امام حسن علیہ السلام آپ کے پہلو
> میں تھے۔آپ علیہ السلام کبھی لوگوں کی طرف منہ کرتے کبھی حسن علیہ السلام کی
> طرف اور فرماتے میرا یہ بیٹا سردار ہے اور شاید اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے
> مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرادے۔“

یہ روایت بخاری کتاب الفتن باب قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم للحسن بن علی میں

بھی آئی ہے۔

سیدنا حسن علیہ السلام حکم قرآن سے مجبور تھے جیسا کہ اِن آیات سے واضح ہے۔ اگر آپ اس پیش کش کو قبول نہ فرماتے تو نہ جانے کتنے ہی الزام ان کے ذمے لگا دیئے جاتے کہ وہ فساد کو پسند کرتے ہیں۔

سیدنا حسن علیہ السلام حکم قرآن سے مجبور تھے جیسا کہ ان آیات سے واضح ہے۔ اگر آپ اس پیش کش کو قبول نہ فرماتے تو نہ جانے کتنے ہی الزام ان کے ذمے لگا دیئے جاتے کہ وہ فساد کو پسند کرتے ہیں۔ امیر معاویہ نے بظاہر مصلحت کی چادر اوڑھ کر، مسلمانوں کی خیر خواہی کا بہانہ بنا کر صلح کی پیش کش کی۔ اب اگر امام حسن علیہ السلام یہ پیش کش رڈ کر دیتے تو عوام میں ان کو بدنام کرنے کا اچھا خاصا بہانہ ہاتھ آ جاتا کہ یہ مسلمانوں کے بچے مروا کر خوش ہیں۔ اس سے پہلے امیر معاویہ قصاص عثمان رضی اللہ عنہ کا بہانہ بنا کر لوگوں کو بے وقوف بنا چکے تھے حالانکہ قصاص نہ لینا تھا نہ لیا مگر لوگوں کو یہ باور کرا دیا کہ میرے چچا کا بیٹا عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو گیا ہے اور میں اس کا بدلہ لینے کیلئے اٹھا ہوں۔ سیدنا علی علیہ السلام کو بھی اسی طرح بدنام کیا اور اگر امام حسن علیہ السلام یہ پیش کش قبول نہ کرتے تو یہ پراپیگنڈہ شروع ہو جاتا کہ یہ خاندان ہی شرارتی ہے۔

سیدنا حسن علیہ السلام نے بھی اپنے ساتھیوں کو یہی سمجھایا کہ قرآن کے حکم پر خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار کے ساتھ صلح کی تھی، یہ لوگ تو پھر کلمہ گو ہیں۔

امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

> ''لوگوں نے حضرت حسن علیہ السلام کی صلح سے یہ نتیجہ نکالا کہ درست بات ان کی تھی جو صحابہ غیر جانبدار تھے اور کہتے تھے امیر معاویہ اور حضرت علی علیہ السلام میں صلح ہونی چاہیے جنگ نہیں ہونی چاہیے، اگر چہ وہ سمجھتے تھے کہ علی علیہ السلام حق کے زیادہ قریب ہیں۔ یہ قول حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اور ان کے تمام ساتھیوں کا ہے۔ مگر جمہور اہل سنت

نے کہا کہ حضرت علی علیہ السلام اور ان کے ساتھی جنگوں میں حق پر تھے کیونکہ وہ
خدا تعالیٰ کے حکم کے مطابق عمل کر رہے تھے کہ باغیوں سے لڑو اور یہ ثابت
شدہ بات ہے کہ علی علیہ السلام سے قتال کرنے والے باغی تھے۔''
امیر معاویہ نے حضرت حسن علیہ السلام کے سامنے پہل کر کے خود صلح کی پیش کش
کردی۔ اس طرح انہوں نے زبردست سیاسی چال چل کر حضرت
حسن علیہ السلام کو مجبور کردیا کہ یا تو صلح کریں یا لوگوں میں بدنام ہوں۔ اگر
حضرت حسنِ صلح نہ کرتے تو یا تو وہ قتل ہو جاتے یا قید ہو جاتے، جس کا پورا
بندوبست امیر معاویہ نے کرلیا تھا۔ امیر معاویہ نے حضرت حسن علیہ السلام کے
لشکر کے کمانڈر خرید لئے تھے۔

(ابن حجر فتح الباری، ج:13، ص:67 ابن ابی الحدید شرح نهج البلاغه
ج:16، ص:6-8، بحواله ابو الحسن المدائنی)

یہ گواہی خود امیر معاویہ کے بھانجے کی ہے۔ امیر معاویہ نے حضرت حسن علیہ السلام، کو ان
خطوط کا پلندہ بھجوایا جو آپ کے جرنیلوں نے معاویہ کو لکھے تھے۔ لوگ موجودہ دور کی ہارس
ٹریڈنگ اور کرپشن کو روتے ہیں، یہ سلسلہ پرانا ہے۔ ان جرنیلوں نے امیر معاویہ کو لکھا تھا کہ
ہم حسن علیہ السلام کو لشکر کیساتھ لے کر آرہے ہیں اور خود گرفتار کر کے تیرے حوالے کردیں
گے۔ امیر معاویہ نے پیغام بھجوایا کہ حسن علیہ السلام! یہ خط پڑھ لو۔ اس فوج کے سہارے مجھ سے
جنگ لڑنے آرہے ہو؟ حضرت کا اس سے پہلے صلح کا کوئی ارادہ نہ تھا بلکہ آپ قیس رضی اللہ عنہ ابن
سعد صحابی کو 12 ہزار فوج کے ساتھ بطور ہراول بھجوا چکے تھے اور خود پیچھے لشکر لے کر جا رہے
تھے۔ اسی دوران امیر معاویہ نے پیش کش کردی۔ مقصد یہ تھا کہ صلح نہ کی تو بدنام کریں گے
اور جو کرلی تو پھر بعد میں جو چاہے کریں گے کون پوچھے گا؟ اور ایسا ہی کیا!
حضرت حسن علیہ السلام حضرت قیس رضی اللہ عنہ کے پیچھے لشکر لے کر روانہ ہوئے۔ ایک جگہ پڑاؤ
کیا تو اموی جاسوسوں نے یہ افواہ پھیلا دی کہ حضرت قیس رضی اللہ عنہ بن سعد قتل ہو گئے ہیں۔ اس

افواہ کے بعد آپ کے لشکر میں شامل منافقین نے حضرت حسن علیہ السلام پر حملہ کر دیا، ان کے نیچے سے مصلا کھینچ لیا اور آپ کے کندھے پر تلوار مار کر زخمی کر دیا۔ فوج کا یہ حال دیکھ کر آپ مدائن چلے گئے۔ یہ امیر معاویہ کے جاسوسوں کا کارنامہ تھا۔

سیدنا حسن علیہ السلام نے یہ حالات دیکھ کر صلح کی پیش کش قبول کر لی کہ ان لوگوں کی قسمت میں اگر یہی لکھا ہے تو بھگتیں جبکہ بنو عبدالمطلب تو اس امر خلافت سے سیر ہو گئے۔ حضرت حجر بن عدی رضی اللہ عنہ نے اس وقت کہا آپ ہمیں مروا دیتے تو اچھا تھا۔ آپ نے فرمایا حُجر اگر سب کی رائے تیرے جیسی ہوتی تو حسن علیہ السلام یہ کام نہ کرتا۔ سیدنا حسن علیہ السلام نے حکومت سے دست بردار ہو کر یہ طعنہ بھی دھو دیا کہ خاندان رسالت حکومت کا بھوکا ہے۔

سیدنا حسن علیہ السلام نے صلح کر کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس بات کو سچا کر دکھایا جو بخاری و مسلم نے روایت کی ہے بخاری کے دوسرے مقامات کے علاوہ بخاری کتاب المناقب باب علامات النبوۃ فی الاسلام میں ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن حسن کو لے کر باہر نکلے اور لے کر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا میرا یہ بیٹا سردار ہے۔ شاید اللہ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرا دے۔

اس صلح پر تبصرہ کرتے ہوئے امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی ''الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح ج:4، ص:138 پر لکھتے ہیں:

''اس صلح سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ بات سچی ثابت ہوئی کہ خلافت 30 سال تک ہے۔ حضرت علی علیہ السلام کی شہادت تک ساڑھے 29 سال ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے 6 ماہ کیلئے حضرت حسن علیہ السلام کو خلافت دیکر فرمان رسول علیہ السلام سچا ثابت کر دیا اور وہ خاتمِ خلفائے راشدینؓ بن گئے۔''

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام دنیا میں میرے دو گلاب کے پھول ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک خوشبو بدر میں ہے اور ایک صلح حدیبیہ میں ہے۔ سیدنا حسن علیہ السلام نے حدیبیہ والی خوشبو پھیلائی اور سیدنا حسین علیہ السلام نے کربلا میں

بدر والا رنگ دکھایا۔ اس حدیث کی طرف اشارہ کرتے ہوئے علامہ اقبال کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ علیہاالسلام کے دونوں بیٹے اپنی مثال آپ ہیں۔ سیدنا حسن علیہ السلام کی خوشبو یہ تھی کہ

آں یکے شمعِ شبستانِ حرم
حافظِ جمعیتِ خیر الامم
تانشیند آتشِ پیکار و کیں
پشت پا زد بر سرِ تاج و نگیں

انہوں نے اپنے نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس بات کو پورا کیا کہ اگر لوگ صلح کی پیش کش کریں تو یہ الزام نہ لینا کہ آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلح نہیں چاہتی۔ تخت کو ٹھوکر مار دینا مگر امت میں لڑائی ختم کر دینا۔

دوسرے بیٹے سیدنا حسین علیہ السلام کی خوشبو یہ تھی۔

رمز قرآن از حسینؑ آموختیم
ز آتش او شعلہ ہا افروختیم

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''عراقیوں نے حضرت حسن علیہ السلام بن علی علیہ السلام کی بیعت کر لی تا کہ شامیوں کا مقابلہ جاری رکھا جائے مگر شامی کامیاب ہوئے اور عراقیوں کا ارادہ کہ حضرت حسن علیہ السلام کو خلیفہ بنائیں پورا نہ ہوا۔ یہ اس لیے ہوا کہ شامی متحد رہے مگر عراقی بددل اور منتشر رہے۔ کاش عراقی یہ سمجھتے اللہ نے ان پر کتنا بڑا انعام کیا ہے کہ انہوں نے اس شخص کی بیعت کی جو بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیٹا ہے مسلمانوں کا سردار ہے اور عالم صحابہ میں سے ہے۔ اگر کوئی پوچھے کہ تم حسن علیہ السلام کو خلیفہ کیوں شمار کرتے ہو تو ہمارا جواب یہ ہے کہ اس کی دلیل وہ حدیث ہے جو ہم دلائل نبوت میں بیان کر چکے ہیں جو سفینہ رضی اللہ عنہ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ خلافت میرے بعد 30 سال تک ہے اور پھر

بادشاہت ہے۔ وہ 30 سال حضرت حسن علیہ السلام بن علی کی خلافت کے 6 ماہ شمار کر کے پورے ہو گئے۔" (البدایہ والنہایہ ج:8، ص:228)

امام اہلحدیث نواب سید صدیق حسن رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "الاذاعه ما کان و مایکون بین یدی الساعة ص:90) پر لکھتے ہیں:

"حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیش گوئیوں میں سے وہ بھی سچی ہوئی جو صحابہ سے مروی ہے کہ امیر المومنین سید المسلمین خاتم الخلفاء الراشدین حسن بن علی علیہ السلام کے امیر معاویہ کے حق میں دست بردار ہونے سے، میرے اس بیٹے کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرا دے گا۔"

سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک زندگی میں بھی جنگ اور صلح دونوں موجود ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیبیہ میں صلح فرمائی مگر اگلے ہی سال کفار نے دھوکہ کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حلیف بنو خزاعہ کے ایک شخص کو قتل کر دیا۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صلح ختم کر دی اور بعد میں مکہ فتح کر لیا اس طرح سیدنا حسن علیہ السلام نے بھی صلح کی مگر ان سے بھی دھوکہ کیا گیا صلح حدیبیہ کے بعد باپ نے دھوکہ کیا تھا۔ صلح حضرت حسن علیہ السلام کے بعد بیٹے نے دھوکہ کیا۔ جنگ صفین میں قرآن کھڑے کر کے بعد میں دھوکہ کیا اور پرانی چال چلتے ہوئے حسن علیہ السلام سے صلح کر کے دھوکہ کیا۔

جب حسن علیہ السلام اقتدار سے دستبردار ہوئے تو الوداعی خطاب فرمایا۔ وہ خطاب بھی رقت انگیز ہے۔ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ نے "اسد الغابہ ج:2، ص:13-14 پر اس خطاب کا ذکر کیا:

"جب حضرت علی علیہ السلام کی شہادت کے بعد حالات ایسے ہوئے کہ جرنیل امیر معاویہ سے مل گئے اور حضرت حسن علیہ السلام کو پتہ چل گیا کہ یہ لوگ مجھے گرفتار کر کے امیر معاویہ کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ حسن علیہ السلام صلح قبول کرے یا موت قبول کرے تو انہوں نے صلح کر لی، کیونکہ ایسی موت کا کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ ان کو خاموشی سے شہید کر دیا جانا

تھا۔ جبکہ امام حسین علیہ السلام نے اعلانیہ موت قبول کی جس کے بعد قاتل اپنے چہرے چھپا نہ سکے۔

امام حسن علیہ السلام نے حمد وثناء کے بعد فرمایا:

''یہ جو میں امیر معاویہ سے جنگ ختم کر رہا ہوں تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ ہمیں اپنے موقف کی سچائی میں کوئی شک ہے اور نہ ہمیں کوئی شرمندگی ہے کہ میرا یا میرے باپ کا طریقہ غلط تھا۔ ہم نے ایمان کی سلامتی اور ثابت قدمی سے ان شامیوں کا مقابلہ کیا۔ مگر اب ہماری فوج میں ایمان کی وہ سلامتی رہی اور نہ وہ صبر رہا۔ ہم اب بھی تمہارے لئے وہی ہیں جیسے پہلے تھے۔ تم میں سے کچھ تو صفین کے اپنے مقتولوں کا نوحہ کر رہے ہیں، کچھ نہروان کے مقتولوں کو رو رہے ہیں۔ تم میں بددلی اور انتشار پیدا ہو گیا ہے اور جنگ کے قابل نہیں رہے۔ جو باقی ہیں وہ مدد کرنے سے انکاری ہیں۔ جو روتے ہیں وہ اپنا انتقام تلاش کرتے ہیں، ان میں اخلاص نہیں رہا۔ سن لو! معاویہ جس بات کی دعوت دے رہا ہے اس میں عزت ہے نہ انصاف! اگر تم موت قبول کرنے کو تیار ہو تو میں اس کی صلح کی پیش کش واپس کر دوں اور تلواروں کی دھار کے ذریعہ اللہ جو فیصلہ کرے سو کرے۔ اگر جینا چاہتے ہو تو میں صلح قبول کر لوں اور اس کے لیے تم سے فیصلہ لے لوں۔ اس پر ہر طرف سے آوازیں آئیں ہم زندہ رہنا چاہتے ہیں، صلح چاہتے ہیں۔ اس پر امام نے فرمایا ٹھیک تم جانو اور وہ جانے، میں مدینہ واپس جا رہا ہوں۔''

اس صلح کے بعد ایک اور حادثہ ہوا کہ صلح کی دستاویز گم کر دی گئی کہ جن شرائط پر صلح ہوئی تھی اس کی بجائے حضرت حسن علیہ السلام کے نام پر جھوٹی باتیں لگا کر کتابوں میں لکھ دی گئیں تا کہ ان کو مزید بدنام کیا جا سکے کہ وہ تو پیسے کے لالچی تھے۔ میڈیا کتنی ظالم شے ہے!

صلح حسن علیہ السلام کا متن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ وہ دستاویز ہے جس پر حسنِ بن علیِ ابن ابی طالب نے معاویہ بن ابی سفیان کے ساتھ صلح کی مسلمانوں کی حکومت معاویہ کے سپرد کردی، اس شرط پر کہ وہ کتاب اللہ، سنت رسولؐ اور سیرۃ خلفائے ،صالحین پر عمل کرے گا اور اس شرط پر کہ معاویہ بن ابی سفیان کو اختیار نہیں کہ اپنے بعد کسی کو اپنا ولی عہد بنائے بلکہ اس کے بعد امر مسلمانوں میں بطور مشورہ کے ہوگا اور اس شرط پر کہ لوگ اللہ کی زمین میں جہاں ہوں گے خواہ شام میں خواہ عراق میں اور حجاز میں اور یمن میں ، مامون ہوں گے اور اس شرط پر کہ علی علیہ السلام کے اصحاب اور ان کے شیعہ اپنی جانوں اور مالوں اور عورتوں اور بچوں پر مامون ہوں گے اور اس شرط پر کہ معاویہ بن ابی سفیان پر خدا کا عہد اور میثاق ہے اور جو کچھ اللہ نے عہد لیا ہے کسی سے اپنی مخلوق میں سے اور اللہ نے جس کی بجا آوری کا کسی سے مطالبہ کیا ہے اپنے آپ ہی اس کو ادا فرمایا ہے اور اس شرط پر کہ نہ حسن بن علی علیہ السلام نہ اس کے بھائی حسین علیہ السلام اور نہ اہل بیت میں سے کسی سے کوئی فریب ہوگا، نہ پوشیدہ نہ ظاہر اور نہ کوئی ان میں سے کسی پر ظلم کرے گا۔ اس پر فلاں اور فلاں گواہ ہوئے اور اللہ کافی گواہ ہے۔"

(ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ ج:16، ص:6-8، ھدایات الرشید ص:381-382، مولانا خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی رحمہ اللہ)

اس صلح نامہ میں کہیں رقم لینے دینے کا ذکر نہیں ہے۔ اس میں امیر معاویہ کو قرآن و سنت اور سنت خلفائے راشدین کا پابند کیا گیا ہے۔ یہ امام حسن علیہ السلام کی بہت بڑی فتح ہے جس نے امیر معاویہ کو بالکل ننگا کر دیا، آج پوری امت میں کوئی گروہ ان کو خلیفہ راشد نہیں کہتا۔ امیر معاویہ اس کی پہلی شرط ہی سے پھر گئے۔

اس معاہدہ کے گواہ عبداللہ بن حارث بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب وامہ ہند بنت ابوسفیان بن حرب اور عمرو بن سلمہ تھے۔ اس معاہدہ کی شرائط اور متن مرزا غیاث الدین شیرازی شیعی نے اپنی تاریخ مسمیٰ حبیب السیر ج:2، ص:14-15 میں بھی درج کی ہیں جن سے مولانا خلیل الرحمٰن سہارنپوری دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''مطرقۃ الکرامہ ص: 290 پر بھی درج کی ہیں اور ابن ابی الحدید نے اپنی شرح نہج البلاغہ میں بحوالہ ابوالحسن علی بن محمد المدائنی درج کی ہیں جن کو امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ثقہ ہے، ثقہ ہے، ثقہ ہے، پھر ابن ابی الحدید نے شرح کی ج:16، ص:7 پر حسین بن المنزلہ ، یہ بھی ثقہ راوی ہے، کے حوالہ سے لکھا کہ اس نے کہا اللہ کی قسم معاویہ نے امام حسن علیہ السلام سے ایک وعدہ بھی پورا نہ کیا۔ صلح کی یہ شرائط امام ذہبی نے ''سیر اعلام النبلاء'' میں ج:4، ص:74 پر درج کیں اور امام ابن اثیر نے اسد الغابہ ج:2، ص:13-14 تذکرہ حسن علیہ السلام کے تحت درج کیں۔ امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں ج:13، ص:65 پر لکھا کہ معاویہ نے تمام شرائط کی خلاف ورزی کی۔ شیعہ عالم باقر مجلسی نے بحار الانوار ج:44، ص:64-65 پر اس صلح کی شرائط درج کی ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام پر لعنت کا سلسلہ امیر معاویہ نے ایک منٹ کیلئے بھی نہ روکا۔ کوفہ کے منبر پر امیر معاویہ موجود تھے اور مغیرہ بن شعبہ بھی وہیں تھے کہ لوگ باری باری اٹھ کر حضرت علی علیہ السلام پر لعنت کر رہے تھے (خدا ان پر لعنت کرنے والوں پر لعنت کرے۔ امام ابن حزم) اس پر عشرہ مبشرہ میں سے ایک صحابی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بہنوئی حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے ساتھ والے شخص سے پوچھا یہ کس کو گالیاں دے رہے ہیں۔ اس نے کہا علی علیہ السلام کو سعید رضی اللہ عنہ بن زید نے فرمایا یہ اس آدمی پر لعنت کر رہے ہیں جس کے بارے میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا علی علیہ السلام جنتی ہے۔

تیسری شرط یہ تھی کہ پچھلی رنجشوں کی وجہ سے دونوں فریق کسی کو نقصان نہیں پہنچائیں گے مگر حضرت حجر بن عدی رضی اللہ عنہ جیسوں کو قتل کر دیا گیا اور یحییٰ بن عبداللہ الحضرمی کا پورا قبیلہ

قتل کر دیا گیا۔ وہ حضرت علی علیہ السلام کے ساتھی تھے۔ حضرت حسن علیہ السلام سے طے کی گئی کوئی شرط پوری نہ ہوئی، حکومت پر قبضہ کر لیا اور حسن علیہ السلام بے بس ہو کر مدینہ چلے گئے۔

مسجد نبوی کے منبر پر قبر رسول کے نزدیک حضرت علی علیہ السلام اور ان سے محبت کرنے والوں پر لعنت کی جاتی رہی اور یہ کام جمعہ کے خطبوں میں ہوتا تھا۔ اس پر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا لوگو! تمہارے منبروں پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالیاں دی جاتی ہیں۔ (خدا ان پر لعنت کرے) کیونکہ میں جانتی ہوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ محبت علی علیہ السلام سے کرتے تھے۔ مگر سب بے بس تھے۔

صلح پامال، شرائط تباہ، لہٰذا امام حسین علیہ السلام کو حق پہنچ گیا کہ وہ اٹھ کھڑے ہوں۔ اس صلح کی وجہ بھی سمجھ میں آتی ہے، کہ ڈاکٹر آپریشن پہلے دن بھی کر سکتا ہے۔ مگر پھوڑا ابھی پکا نہیں تھا۔ ڈاکٹر پھوڑا پکنے دیتا ہے تاکہ ہر کوئی دیکھ لے اب اپریشن کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

سیدنا حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام نے 20 سال تک امیر معاویہ کو اس لیے فری ہینڈ دیا تاکہ جو پردہ ہے وہ ہٹ جائے کہ وہ بھی صحابی ہیں، خون عثمان رضی اللہ عنہ کے طالب ہیں اور سادہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ کہتے تو امیر معاویہ ہی ٹھیک ہیں، لہٰذا ان کو ننگا ہونے دو۔ وہ زکوٰۃ لوٹیں، نماز تباہ کریں، حج برباد کریں، پھر امت کو پتہ چلے کہ حضرت علی علیہ السلام اور ان کی اولاد تخت کیلئے نہیں بلکہ دین کے خلاف اموی اقدامات کے خلاف لڑتے تھے۔ بنوامیہ اس سب کو برباد کرنا چاہتے تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دین کیلئے کیا۔ اس کی تفصیل امیر معاویہ کے دور کے حالات میں آئے گی۔

ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"کئی بے وقوفوں نے سمجھ لیا کہ حضرت حسن علیہ السلام کی دست برداری سے معاویہ خلیفہ بن گئے۔ جس حدیث میں صلح کی پیش گوئی ہے اس حدیث میں یہ بھی بیان فرمایا گیا کہ صلح اوپر سے ہوگی، دل سے نہ ہوگی۔ کوئی اس صلح کو اس بات کا بہانہ نہ بنائے کہ حضرت حسن علیہ السلام نے صلح کر لی تو معاویہ خلیفہ

بن گئے۔ اس سے معاویہ خلیفہ نہیں بنے اور نہ ہی صلح اس کا جواز ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کافروں سے صلح کی تھی تو کیا اس سے کافر سچے ہو گئے؟

(مرقاۃ المفاتیح ج:10، ص:124 ، شرح مشکوۃ المصابیح از ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ)

اب وہ وقت آ گیا کہ حسن علیہ السلام فوت ہو گئے، مسلم شریف کتاب الفضائل، باب شیبہ علیہ السلام میں ابو جحیفہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھا آپ کا رنگ سفید تھا اور بوڑھے ہو گئے تھے اور امام حسن علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مشابہ تھے۔ (مسلم:6081) ان کی وفات پر امیر معاویہ نے جو ردّ عمل ظاہر کیا وہ بھی حدیث کی کتابوں مثلاً ابوداؤد، مسند احمد، نسائی وغیرہ میں محفوظ ہے۔ اس ردّ عمل کو پڑھیں اور ان لوگوں کے بارے میں سوچیں جو بنو امیہ کی حمایت کرتے ہیں۔ ابوداؤد کی روایت میں کہنے والے کا نام فلاں لکھا ہے جبکہ مسند احمد میں حدیث: 17321، ج:7، ص:141 میں امیر معاویہ کا نام موجود ہے۔

سلسلة الاحاديث الصحيحه جلد نمبر 2 حدیث نمبر 811 اور ابو داؤد کتاب اللباس باب فی جلود النمور میں خالد روایت کرتے ہیں کہ مقدام رضی اللہ عنہ بن معدیکرب، عمرو بن الاسود اور بنی اسد میں سے ایک شخص معاویہ بن ابی سفیان کے پاس آئے تو معاویہ نے مقدام رضی اللہ عنہ سے کہا کیا تم کو خبر ہوئی حسن بن علی فوت ہو گئے، مقدام نے یہ سن کر انا للہ پڑھا۔ امیر معاویہ نے کہا کیا تم امام حسن علیہ السلام کی وفات کو مصیبت سمجھتے ہو؟ حضرت مقدام رضی اللہ عنہ نے کہا میں کیوں ان کی موت کو مصیبت نہ سمجھوں جن کو گود میں بٹھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا حسن مجھ سے مشابہ ہے اور حسین علیہ السلام علی علیہ السلام سے مشابہ ہے۔ ایک شخص اٹھا اور اس نے کہا حسن علیہ السلام تو آگ کا انگارہ تھا جو خدا نے بجھا دیا۔ مقدام رضی اللہ عنہ نے کہا معاویہ آج میں یہاں سے تیرا دل جلائے اور جلی کٹی سنائے بغیر نہ جاؤں گا۔ پھر کہا معاویہ! اگر میں سچ کہوں تو میری تصدیق کرنا ورنہ کہہ دینا کہ جھوٹ کہہ رہا ہوں۔ معاویہ نے کہا اچھا ایسا ہی کروں گا۔ مقدام نے کہا تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تم نے رسول

اللہ ﷺ سے نہیں سنا کہ مردوں کو سونا پہننے سے منع فرمایا، معاویہ نے کہا ہاں سنا ہے، مقدام نے کہا تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے مردوں کو ریشم پہننے سے منع نہیں فرمایا؟ معاویہ نے کہا ہاں! مقدام رضی اللہ عنہ نے کہا معاویہ تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے درندوں کی کھالیں پہننے اور ان پر بیٹھنے سے منع نہیں فرمایا، معاویہ نے کہا ہاں! مقدام رضی اللہ عنہ نے کہا معاویہ! اللہ کی قسم یہ تینوں کام تیرے گھر میں ہو رہے ہیں۔ معاویہ نے کہا مقدام رضی اللہ عنہ میں پہلے ہی جانتا تھا کہ کوئی تجھ سے نہیں جیت سکتا۔ خالد نے کہا پھر معاویہ نے مقدام رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھیوں سے زیادہ مال دینے کا حکم دیا اور ان کے بیٹے کا حصہ مقرر کیا دوسو والوں میں، مقدام رضی اللہ عنہ نے وہ مال اپنے ساتھیوں میں بانٹ دیا اور اسدی نے اپنے مال میں سے کسی کو کچھ نہ دیا۔ یہ خبر معاویہ کو پہنچی تو انہوں نے کہا مقدام تو ایک سخی شخص ہے جس کا ہاتھ کھلا ہوا ہے اور اسدی اپنی چیز کو اچھی طرح روکتا ہے۔"

ابوداؤد کے شارح مشہور اہل حدیث عالم مولانا شمس الحق عظیم آبادی اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس معاویہ پر مجھے حیرانی در حیرانی ہے کہ اس نے اہل بیت کی یہ شان پہچانی کہ حسن علیہ السلام کی موت پر اس نے کہا جو کہا (یعنی کوئی افسوسناک بات نہیں) یقیناً حسن علیہ السلام کی موت بڑی مصیبتوں میں سے ایک مصیبت تھی۔ اللہ تعالیٰ مقدام رضی اللہ عنہ کو جزائے خیر دے اور ان پر راضی ہو کہ وہ حق کہنے سے باز نہ آئے اور یہی ایک کامل مخلص مومن کی شان ہے۔ اور یہ جو کہا وہ آگ کا انگارہ تھا جسے اللہ نے بجھا دیا تو یہ اس لیے کہا کہ حسن علیہ السلام اور معاویہ کے معاہدہ کی چوتھی شرط یہ تھی کہ معاویہ کی موت پر اگر حسن علیہ السلام زندہ ہوئے تو پھر حسن علیہ السلام خلیفہ ہوں گے (اس شرط کو عام کتابوں میں چھپا دیا گیا مگر امام ابن عبدالبر کی کتاب الاستیعاب، ابن اثیر کی اسد الغابہ میں شرط لکھی ہوئی ہے۔ لہٰذا حسن علیہ السلام ان کی راہ میں کانٹا تھے اگر ان کو راستے سے نہ ہٹایا جاتا

توبنو امیہ کا بنا بنایا کھیل خراب ہو جاتا)۔

امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ تہذیب التہذیب میں لکھتے ہیں کہ حسن علیہ السلام نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس شرط پر معاہدہ کیا کہ اپنے بعد حکومت حسن علیہ السلام کو دو گے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے تسلیم کیا کہ اپنے بعد حسن علیہ السلام کو خلیفہ نامزد کروں گا۔

مولانا آگے لکھتے ہیں کہ اسدّی نے کہا معاویہ خلافت اپنے سے چھن جانے سے خوف زدہ رہتے تھے کہ حسن علیہ السلام کہیں خروج نہ کردیں، جیسا کہ بعد میں حسین علیہ السلام نے خروج کیا۔ خلافت کے اصل حق دار تو حسن علیہ السلام ہی تھے جن کی 40 ہزار افراد نے بیعت کی تھی۔ پھر امیر معاویہ اور حسن علیہ السلام کے درمیان ہوا جو ہو۔ فوج لے کر پہلے امیر معاویہ ہی آئے تھے اور صلح کی پیش کش بھی انہوں نے ہی کی ۔ حسن علیہ السلام کی موت زہر سے ہوئی جو ان کی بیوی جَعْدَہ بنتِ اشعث کے ذریعہ یزید کے اشارہ پر دیا گیا۔ اللہ حسن علیہ السلام سے اور تمام اہل بیت سے راضی ہو۔

(عون المعبود شرح ابو داؤد ، ج:4، ص:115-116)

ابوحنیفہ دینوری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب الاخبار الطّوال ص:222 پر لکھتے:

''حضرت حسن علیہ السلام کی وفات کی خبر امیر معاویہ کے عامل مدینہ مروان نے ان تک پہنچائی۔ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو بلایا جو ان کے پاس شام میں آئے ہوئے تھے۔ امیر معاویہ نے ان سے تعزیت کی اور امام حسن علیہ السلام کی وفات پر خوشی کا اظہار کیا۔ اس پر ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا آپ ان کی موت پر خوش نہ ہوں خدا کی قسم آپ بھی ان کے بعد زیادہ دیر تک زندہ نہ رہیں گے۔''

مولانا خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی ابوداؤد کی شرح "بذل المجھود" میں ابو داؤد کی اس روایت کی شرح میں لکھتے ہیں:

''اسدی نے یہ بات معاویہ کی رضا اور تقرب حاصل کرنے کے لیے کہی

تھی۔ جب مقدامؓ نے اس شخص کی بات سنی جو اس نے رسول اللہ ﷺ کے نواسے کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے امیر معاویہ کی خاطر داری کیلئے کہی تھی، تو مقدامؓ معاویہ سے کہنے لگے کہ میں ہرگز یہاں سے نہ ہلوں گا جب تک آپ کو غصہ نہ دلاؤں اور ایسی بات نہ سناؤں جو آپ کو ناپسند ہو جس طرح آپ نے مجھے ایسی بات سنائی جو مجھے پسند نہیں"۔

امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ "تہذیب التہذیب" میں لکھتے ہیں:

"حضرت حسن علیہ السلام کو زہر کئی دفعہ دیا گیا مگر بچ جاتے تھے۔ مگر آخری دفعہ بہت سخت زہر دیا گیا، جگر کے ٹکڑے قے کے ذریعے تھال میں گرے اور فرمایا حسین علیہ السلام! اب میں زندہ نہیں رہوں گا۔"

امام حسن علیہ السلام کی موت پر خوشیاں منانے کے بعد جنازہ کا جو حال بنوامیہ نے کیا وہ بھی ملاحظہ ہو۔ امام ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ اسد الغابہ ج:2، ص:15 پر لکھتے ہیں:

"حضرت حسن علیہ السلام کی موت زہر سے ہوئی جو انکی بیوی جعدہ بنت اشعث نے دیا۔ امام کو اتنی قے آرہی تھی کہ ایک تھال رکھا جاتا اور دوسرا اٹھالیا جاتا۔ جب بیماری زیادہ ہوگئی تو اپنے بھائی حسین علیہ السلام سے فرمایا مجھے تین دفعہ زہر دیا گیا مگر اس زہر جیسا پہلے نہ دیا گیا تھا۔ اب میرا جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر باہر آگیا ہے۔ امام حسین علیہ السلام نے زہر دینے والے کا نام پوچھا تو فرمایا کیوں پوچھتے ہو۔ کیا اس سے جنگ لڑو گے؟ میں نے ان ظالموں کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا ہے۔"

جب وفات کا وقت آیا تو عائشہ رضی اللہ عنہا کو پیغام بھیجا کہ میں اپنے نانا کے پاس دفن ہونا چاہتا ہوں، اجازت دیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اجازت دے دی۔ حسن علیہ السلام نے حسین علیہ السلام کو کہا ہو سکتا ہے عائشہ رضی اللہ عنہا نے میرا لحاظ کر کے اجازت دی ہو لہٰذا میرے مرنے کے بعد دوبارہ اجازت لے لینا۔ مگر مجھے پورا یقین ہے کہ بنی امیہ مجھے روضہ پاک میں دفن نہیں

ہونے دیں گے۔اگر نوبت جھگڑے تک پہنچ جائے تو جھگڑا نہ کرنا اور مجھے بقیع میں دفن کر دینا۔

جب حسن علیہ السلام فوت ہو گئے تو بنو امیہ تلواریں لے کر آ گئے کہ ہم حسن علیہ السلام کو روضہ پاک میں دفن نہیں ہونے دیں گے۔ حضرت حسین علیہ السلام پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس اجازت کیلئے گئے تو انہوں نے بہت عزت سے کہا اجازت ہے۔ روضہ پاک میں دفن کرنے کی اجازت کی خبر مروان اور دوسرے بنو امیہ کو بھی ہو گئی۔ وہ کہنے لگے رب کی قسم! ہم حسن علیہ السلام کو وہاں کبھی دفن نہ ہونے دیں گے، اس پر حضرت حسین علیہ السلام اور ہاشمیوں نے اسلحہ اٹھا لیا ادھر مروان اور اس کے ساتھی ہتھیار لگا کر روکنے کیلئے تیار ہو گئے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روتے ہوئے آئے اور کہا اس سے بڑا ظلم بھی کوئی ہو گا کہ حسن علیہ السلام کو اپنے نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس دفن بھی ہونے نہیں دیتے۔ خدا کی قسم! وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے تھے۔ پھر وہ حسین علیہ السلام کے پاس آئے، ان سے بات کی اور خدا کی قسم دی اور کہا کہ تمہارے بھائی کہہ گئے تھے کہ خطرہ پیدا ہو جائے تو مجھے قبرستان میں دفن کر دینا۔ سیدنا حسین علیہ السلام مان گئے اور جنازہ بقیع میں لے گئے۔ بنو امیہ سے کوئی شخص جنازہ میں شریک نہ ہوا سوائے گورنر مدینہ سعید بن العاص کے جس کی ڈیوٹی تھی کہ جنازہ پڑھائے۔ حضرت حسین علیہ السلام نے اس کو جنازہ پڑھانے کیلئے آگے کیا اور فرمایا اگر سنت نہ ہوتی کہ حاکم جنازہ پڑھائے تو تجھے کبھی آگے نہ کرتا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس دن مدینہ کی گلیوں میں رو رو کر کہتے جاتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لاڈلا فوت ہو گیا ہے چلو اس کے جنازہ میں شامل ہو جاؤ۔ یہ ہے صلح حسن علیہ السلام جس کا اتنا شور مچایا جا رہا ہے۔

یہاں پر شیعوں کی طرف سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر لگائے گئے ایک بہتان کا ردّ بھی ضروری ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس دن خچر پر سوار ہو کر جنازہ روکنے آ گئی تھیں۔ **الکافی میں کتاب الحجۃ باب الاشارہ والنص علیٰ** حسین علیہ السلام ابن علی علیہ السلام میں تیسری روایت ہے۔ علامہ باقر مجلسی شیعہ عالم نے الکافی کی شرح مراۃ العقول ج:3،ص:3 حدیث نمبر

3،ص:313 تا 320 پر اس روایت کو لکھ کر کہا کہ یہ روایت ضعیف ہے۔

ناصبی لوگ قاضی ابوبکر ابن العربی کی کتاب ''العواصم من القواصم'' کا بہت حوالہ دیتے ہیں۔اسی قاضی ابوبکر کی تفسیر احکام القرآن سورہ حجرات میں المسئلہ الثالثہ ص:1707 تا 1708 دیکھ لیں۔وہ لکھتے ہیں:

''قرآن کا حکم ہے باغی ٹولے کے خلاف لڑو۔اس پر علی علیہ السلام نے عمل کیا انہوں نے ان لوگوں سے جنگ کی جو امام کے مقابلہ میں سرکش ہو گئے تھے۔قصاص مانگنے کا یہ کوئی طریقہ نہیں کہ دارالحکومت میں آئے بغیر، خلیفہ کے سامنے پیش ہوئے بغیر، گواہ پیش کئے بغیر، فوج تیار کر کے جنگ لڑنا شروع کر دو، اگر ان لوگوں کی نیت ٹھیک ہوتی تو حضرت علی علیہ السلام کے پاس جاتے، مقدمہ لڑتے، اگر علی علیہ السلام انصاف نہ کرتے تو کسی جنگ کی ضرورت نہ پڑتی بلکہ امت خود ہی علی کو معزول کر دیتی مگر اللہ نے علی کو بچالیا اور ان سے کوئی غلط حرکت سرزد نہیں ہوئی۔اور حسن علیہ السلام نے وہ کیا جو اس وقت کے حالات تھے۔انہوں نے دیکھا کہ خارجیوں نے بھی فتور ڈال دیا ہے، میرا لشکر بددل ہے، معاویہ لشکر لے کر آ گئے ہیں۔ان کے اپنے لشکر نے ان کو گھوڑے سے گرا دیا، زخمی کیا اور وہ زخم بڑی مشکل سے ٹھیک ہوئے اس طرح ان کو پتہ چل گیا کہ میں اپنے لشکر پر رائی بھر اعتبار نہیں کر سکتا۔یہ منافق ہیں لہٰذا قید ہونے کی بجائے اپنی شرطوں پر صلح بہتر ہے۔اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے اپنے سچے نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کو یاد کیا کہ اللہ میرے اس بیٹے کے ذریعہ مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرا دے گا۔پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات سچی ثابت ہوئی اور ساتھ ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ پیش گوئی پوری ہوئی کہ میرے بعد خلافت 30 سال تک ہے پھر بادشاہت ہے۔اس دور میں حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، علی، حسن رضی اللہ عنہم کے ادوار شامل ہیں۔وہ تیس سال امام حسن رضی اللہ عنہ پر پورے ہوئے، نہ ایک بڑھا نہ گھٹا!

پاک ہے وہ خدا جس کے علم میں ہر بات ہے اور اس کے سوا کوئی رب نہیں۔''

سیدنا حسن علیہ السلام کو زہر دیئے جانے پر تبصرہ کرتے ہوئے اہل حدیث عالم علامہ وحید الزماں لکھتے ہیں:

''یزید کی خلافت دغابازی اور زبردستی پر مبنی تھی۔ اس کے پدر بزرگوار یہ شرط قبول کر چکے تھے کہ امام حسن علیہ السلام نے تا حیات خلافت میرے سپرد کی ہے۔ پھر معاویہ کے بعد خلافت اپنے اصل حقدار کی طرف رجوع کرے گی۔ اصلی حق دار امام حسن علیہ السلام اور ان کے بعد امام حسین علیہ السلام تھے۔ لیکن یزید نے امام حسن علیہ السلام کو زہر دلوا دیا اور ان کی وفات پر بہت خوش ہوئے بلکہ یہ کہا کہ امام حسن علیہ السلام ایک انگارہ تھے جس کو اللہ نے بجھایا، اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ معاویہ بھی اس سازش میں شریک اور راز دار تھے۔ اس پر طرہ یہ کیا کہ آپ کو حیاتی وہ بھی مستعار خلافت کا حق حاصل تھا۔ آپ کو کیا اختیار تھا کہ عہد شکنی کر کے بیٹے کو خلافت دے جائیں اگر معاویہ صحابی نہ ہوتے تو ہم ان کی شان میں بہت کچھ کہہ سکتے تھے۔ صحابیت کا ادب کر کے ہم سکوت کرتے ہیں اور یہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔

(بخاری کتاب الفتن باب اذ اقال عند قوم شیئاً ثم خرج فقال بخلافہ اردو ج:9ص:172-173)

الاستیعاب میں ابن عبدالبر اور مروج الذہب میں مسعودی نے لکھا ہے کہ قتادہ کہتے ہیں کہ حسن علیہ السلام بن علی علیہ السلام کو ان کی بیوی جعدہ نے زہر دیا اور ایک عالم کا قول ہے کہ معاویہ کی لاگ (تدسیس، سازش) سے تھا۔ (ارجح المطالب، عبیداللہ امرتسری ص:592)

مولانا شمس الحق عظیم آبادی عون المعبود شرح ابوداؤد ج:، ص:115 پر لکھتے ہیں کہ امام حسن علیہ السلام کی موت زہر سے ہوئی جو ان کی بیوی جَعْدَہ بنت اشعث نے یزید بن معاویہ کے اشارہ سے دیا۔

دورِ امیر معاویہ

صلح حسن علیہ السلام کی شرائط کی خلاف ورزی

پہلی شرط۔ کتاب اللہ۔ سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سیرتِ خلفائے صالحین رضی اللہ عنہ پر عمل کرنا ہوگا۔

اسلام پر یہ حادثہ قیامت سے کم نہیں تھا کہ امت کے بہترین لوگ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہ بلکہ عشرہ مبشرہ میں سے اصحاب رضی اللہ عنہ موجود تھے اور اس وقت ایک شخص جو طلیق ابن طلیق، معاویہ بن ابوسفیان، جن باپ بیٹوں کو فتح مکہ والے دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معافی دی تھی، برسر اقتدار آ گیا، بخاری شریف میں غزوہ خندق کے بیان کے تحت یہ آتا ہے کہ جب امیر معاویہ نے ثالثی میں چالاکی کے بعد حکومت سنبھال لی تو خطبہ دیا، جس میں کہا جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ وہ خلافت کا زیادہ حق دار ہے، وہ ذرا اپنا سر اونچا کرے۔ وہاں صحابہ کرام بھی موجود تھے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے جی میں آئی کہ میں معاویہ کو کہوں کہ خلافت کا حق دار ہے جس نے تجھے اور تیرے باپ کو مار مار کر اسلام میں داخل کیا اور تم سے جنگیں لڑیں۔ مگر میں خطرہ کے پیش نظر چپ کر کے بیٹھا رہا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص جیسے فاتح ایران اور عشرہ مبشرہ میں سے اصحاب موجود تھے مگر کسی کو پوچھا تک نہیں، حکومت ان لوگوں نے سنبھالی جن کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ جن لوگوں کو فتح مکہ والے دن معافی ملی، ان کا ان کی اولاد اور ان کی اولاد کا حکومت میں کوئی حصہ نہیں۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ البدایہ والنہایہ ج:8،ص:9، پر لکھتے ہیں: ''علی ابن المدائنی محدث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سفیان ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے سنا کہ علی علیہ السلام میں کوئی خامی نہ تھی کہ وہ خلافت کیلئے نااہل ہوتے اور معاویہ میں کوئی خوبی نہ تھی جس کی بناپر علی علیہ السلام سے جنگ کرسکتے، قاضی شریک سے لوگوں نے کہا معاویہ بڑے حلیم اور نرم طبع تھے۔ قاضی شریک نے کہا جس نے حق کو نہ پہچانا حق کا انکار کیا اور علی علیہ السلام سے جنگ لڑی وہ حلیم الطبع کیسے ہوسکتا ہے۔''

امیر معاویہ کے دور میں نماز کا جو حال کیا گیا وہ نسائی شریف کتاب الامارۃ باب نمبر 469 الصلوۃ مع آئمہ جور میں ایک حدیث سے واضح ہوتا ہے۔ امیر معاویہ کا گورنر زیادہ ابن ابیہ نماز لیٹ کر کے پڑھاتا تھا۔ راوی ابوالعالیہ البراء کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن صامت رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے۔ میں نے ان کو کرسی دی وہ اس پر بیٹھے پھر میں نے زیاد کا حال بیان کیا کہ وہ نماز میں دیر کرتا ہے۔ انہوں نے انگلی دانتوں کے نیچے رکھی اور میری ران پر ہاتھ مارا اور کہا میں نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے یہی بات پوچھی تھی جیسے تم نے مجھ سے پوچھی ہے تو انہوں نے میری ران پر ہاتھ مارا جیسے میں نے تیری ران پر ہاتھ مارا۔ اور کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس بات کو پوچھا تھا جیسے تو نے مجھ سے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری ران پر ہاتھ مارا جیسے میں نے تیری ران پر ہاتھ مارا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: ''اپنی نماز وقت پر پڑھ لیا کرنا پھر اگر ان کے ساتھ پڑھنے کا موقع ملے تو ان کے ساتھ بھی پڑھ لیا کرنا اور یہ مت کہنا کہ میں تو پڑھ چکا ہوں، لہٰذا اب نہیں پڑھوں گا۔ (تاکہ وہ ظالم حاکم تجھے ایذا نہ دیں)۔

علامہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ نسائی کی اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے ظالم حاکموں کے پیچھے نماز پڑھنے کا جواز معلوم ہوتا ہے کیونکہ نماز کو دیر کر کے پڑھنا صرف ظالم حاکموں کا کام ہے۔

حضرت حجر بن عدی رضی اللہ عنہ راہب اصحاب رسول مشہور تھے۔ ان کو امیر معاویہ کے حکم

سے مرج عذراء کے جنگل میں، جو علاقہ انہوں نے فتح کیا تھا، قتل کیا گیا، ان کا قصور یہ تھا کہ انہوں نے گورنر زیاد کو نماز لیٹ کر کے پڑھانے پر ٹوکا تھا۔ بوقت قتل حضرت حجر رضی اللہ عنہ نے کہا میری بیڑیاں اور میرے کپڑے نہ اتارنا، میں قیامت کے دن پل صراط پر معاویہ سے اسی حال میں ملوں گا۔ معاویہ کے سپاہیوں نے اس جگہ حضرت حجر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں سمیت سات افراد کو قتل کیا۔ ان کے قتل کے تفصیلی حالات دورِ معاویہ میں ملیں گے۔

اگر بریلوی حضرات معمولی بدعت نکال لیں تو اہل حدیث حضرت بہت سیخ پا ہوتے ہیں حالانکہ وہ لوگ نیک نیتی سے غلط کام کرتے ہیں، امام ابن تیمیہ ایسے لوگوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ ان کا اجتہاد ہے اور ہوسکتا ہے ان کی نیک نیتی کی وجہ سے ان کو اجر ہی مل جائے، مگر امیر معاویہ نے جو بدعات ایجاد کیں ان پر اہل حدیث کیوں خاموش ہیں؟

حضرت علی علیہ السلام اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ پر امیر معاویہ کے حکم سے لعنت شروع ہوئی تو لوگ عید کا خطبہ سنے بغیر چلے جاتے۔ مگر لعنت سنوانے کی خاطر امیر معاویہ نے عید کا خطبہ عید کی نماز سے پہلے شروع کر دیا۔ یہ حدیث کی کتابوں میں موجود ہے۔ میں اس جگہ ایک جامع حوالہ ذکر کروں گا۔ امام ابن حزم کے استاد امام ابن عبد البر اپنی کتاب "التمهيد لما في المؤطا في المعاني والآسانيد" میں لکھتے ہیں کہ صحیح قول یہ ہے کہ عید کیلئے سب سے پہلے اذان جس نے شروع کی وہ معاویہ ہے اور اس نے عید کا خطبہ نماز سے پہلے شروع کیا۔

امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ المحلیٰ ج:5، ص:85 پر لکھتے ہیں:

"بنو امیہ نے یہ بدعات شروع کیں، نماز دیر کر کے پڑھنا عید کی اذان اور اقامت، عید کا خطبہ نماز سے پہلے شروع کر دیا، وہ ص:86 پر بنو امیہ کے لیے اس کا بہانہ یہ لکھتے ہیں کہ لوگ عید پڑھ کر چلے جاتے ہیں اور ہمارا خطبہ نہیں سنتے۔

مسلم شریف کتاب صلوٰۃ العیدین حدیث:9 میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

"میں گورنر مدینہ مروان بن حکم کو نماز کے لئے کھینچتا تھا اور وہ خطبہ دینے کیلئے منبر کی طرف جا رہا تھا۔ میں نے اس کو کہا کہ نماز عید کا پہلے پڑھنا کہاں گیا؟

تو مروان نے کہا اے ابوسعید ترک کردی گئی وہ سنت جو تم جانتے ہو! میں نے کہا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم اس سے بہتر کام نہیں کرسکتے جو میرے علم میں ہے۔"

نسائی شریف ابواب الحج باب التلبیه بیوم العرفه میں سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں عرفات میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا، انہوں نے پوچھا لوگ لبیک کیوں نہیں کہتے میں نے کہا معاویہ کے ڈر سے! حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اپنے خیمہ سے نکلے اور لبیک کہا اور فرمایا علی علیہ السلام کے بغض میں ان لوگوں نے سنت بھی چھوڑ دی۔

امیر معاویہ کے دور میں زکوٰۃ کا جو حال ہوا وہ تفصیل سے ان کے دور کے حالات میں آئے گا جو امام ابو عبید نے اپنی کتاب الاموال ص: 568، میں روایت نمبر 1797,1789 اور 1811 کے تحت لکھا ہے۔

"امیر معاویہ نے صحابہ کو چھوڑ کر زکوٰۃ و تعلیم کے محکمہ جات عیسائیوں کے سپرد کردیئے جبکہ سورہ آل عمران: 118/3 میں خدا تعالیٰ کا حکم ہے کہ مومنو!

"یہود و نصاریٰ کو اپنا رازدار نہ بناؤ"

چوری کے مال کے بارے میں امیر معاویہ نے حدیث کی صریح خلاف ورزی کی اور اپنا فیصلہ منوانے کے لیے یمامہ کے گورنر پر دباؤ ڈالا۔ اس کی تفصیل امام ناصر الدین البانی نے سلسلة الاحاديث الصحيحه ج:2، حدیث:609، ص:164 تا 167 پر لکھی ہے اسی طرح امیر معاویہ نے مال غنیمت میں غلط تصرف شروع کیا اور حکم نہ ماننے پر گورنر کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ یہ سارا واقعہ مستدرک حاکم کی ج:3 میں مذکور ہے۔

یہ تھا صلح حسن علیہ السلام کی پہلی شرط کا حشر کہ کتاب وسُنت وسیرت خلفاء، صالحین کے مطابق حکومت کرو گے۔

آزادی اظہار کا خاتمہ

صلح میں ایک شرط یہ بھی تھی لوگ اللہ کی زمین میں جہاں ہوں گے خواہ شام میں خواہ

عراق میں اور حجاز اور یمن میں مامون ہوں گے۔

سورہ آل عمران: 79/3 میں فرمایا گیا کہ کسی نبی کو شایاں نہیں کہ خدا تو اسے کتاب سنت (فہم نبوت، وحی خفی، ملکۂ نبوت، بصیرت، فہم قرآن) اور نبوت عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے کہے کہ خدا کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ بلکہ اس کو یہ کہنا سزاوار ہے کہ اہل کتاب تم ربانی بن جاؤ۔ نبی اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں اور ان میں کوئی خامی نہیں ہوتی۔ اگر وہ لوگوں سے کہیں کہ میرے غلام بن جاؤ تو ان کو زیبا ہے مگر وہ لوگوں کو صحیح معنوں میں آزادی عطا فرماتے ہیں۔ اس سلسلہ میں حضور ﷺ نے تو کمال ہی کر دیا۔ جیسے فدائی آپ ﷺ کو ملے تھے ان سے جو چاہتے منوا لیتے مگر یہ دیانت کا کمال ہے کہ حکم خدا اور حدیث میں لکیر کھینچ دیتے کہ یہ اللہ کا حکم ہے اور یہ میری رائے ہے، تم بھی اپنی رائے دو۔ اور کئی مواقع پر صحابہ رضی اللہ عنہم کی رائے پر عمل فرمایا۔ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا لونڈی کا واقعہ تو آزادی اظہار میں ضرب المثل کی حیثیت رکھتا ہے۔ حضور ﷺ نے امت کی تربیت اس انداز سے فرمائی کہ وہ نبی ﷺ کی خدمت میں اپنی رائے کا اظہار کر سکتے تھے تو بعد میں کون مائی کا لال ایسا خلیفہ یا حکمران ہوسکتا ہے جس کے سامنے زبان بند رکھنا ضروری ہو۔

حضور ﷺ کے اس احسان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

بود انساں در جہاں انسان پرست
ناقص و نابود مند و زیر دست
تا امینؑ حق بحق داراں سپرد
بندگاں را مسند خاقاں سپرد

''انسان دنیا میں انسان پرست تھا۔ وہ ناقص، نہ ہونے کے برابر اور غلام تھا۔ حتیٰ کہ امین ﷺ نے حق داروں کو ان کا حق سپرد کیا اور بادشاہوں کی گدی غلاموں کے حوالے کر دی۔''

یقین جانیئے اس وقت پوری دنیا میں جہاں کہیں آزادی اظہار موجود ہے یا کوئی اچھا

کام ہورہا ہے تو وہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عطا ہے۔مگر یہ بڑے دکھ کی بات ہے کہ یہ آزادی جو تحفہ نبوت تھی۔اس امت سے بہت جلد چھین لی گئی اور مزید دکھ کی بات یہ ہے کہ امت کے دل سے احساس زیاں بھی جاتا رہا۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

مگر یہ نقصان ایک دن میں نہیں ہوا۔اس کے لئے بنوامیہ اور بنوعباس نے بہت رشوت دی اور بہت جبر کیا انہوں نے بولنے والی زبانیں بند کر دیں اور لوگوں کو مجبور کیا کہ وہ صرف وہ دیکھیں جو حکومت دکھانا چاہتی ہے اور وہ سوچیں جو حکومت پسند کرتی ہے۔

امیر معاویہ کے دور میں وہ حدیثیں تک سنانے پر پابندی لگا دی گئی تھی جو حکومت و سیاست کے متعلق تھیں۔صحیح بخاری کتاب العلم حدیث نمبر 120، باب حفظ العلم میں

فوت ہو گئے۔"

مولانا منظور نعمانی دیوبندی تبلیغی جماعت والے اپنی کتاب "معارف الحدیث" کی ساتویں جلد میں سیاست کے عنوان کے تحت اس حدیث کی شرح میں کہ میرے بعد خلافت 30 سال تک ہے پھر کاٹ کھانے والی بادشاہت ہے، لکھتے ہیں کہ امیر معاویہ ان خلفاء میں شامل نہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حدیث میں بیان فرمائے۔

امیر معاویہ کے دور میں حکومت کی حد تک اسلام بے دخل کر دیا گیا تھا۔ امام ابن حجر رضی اللہ عنہ فتح الباری ج:13، ص:65 پر لکھتے ہیں کہ معاویہ نے تمام شرائط کی خلاف ورزی کی۔ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ ج:16، ص:7 پر ایک ثقہ راوی حسین ابن المنذ لہ کے حوالہ سے لکھا اللہ کی قسم! معاویہ نے حسن علیہ السلام سے ایک وعدہ بھی پورا نہ کیا۔

بنوامیہ کے دور میں آزادی اظہار یہاں تک چھین لی گئی کہ ولید بن عبدالملک جمعہ کا خطبہ دے رہا تھا۔ اس نے خطبہ اتنا لمبا کیا کہ عصر کا وقت بھی ختم ہو گیا تھا۔ ایک تابعی رحمۃ اللہ علیہ نے اٹھ کر کہا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آیا، قرآن کے بعد کوئی کتاب نہیں اتری، عصر کا وقت بھی جا رہا ہے، جمعہ پڑھاؤ۔ تو اس تابعی کو کیا جواب ملا؟ اسے قتل کر دیا گیا۔

(ابن عبدربہ، العقد الفرید، ج:1 ص:62)

یہ ظلم کی حکومت تھی جو امیر معاویہ سے شروع ہوئی۔ یہ جبر و استبداد بنوامیہ کا تحفہ ہے جس کی وجہ سے مسلمان ملکوں میں عوام کو آزادی نصیب نہیں ہوئی۔

مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ کے اخبار الہلال کی مکمل فائل الہلال اکیڈمی 32-A شاہ عالم مارکیٹ لاہور نے چھپوا دی ہے۔ اس کی دوسری جلد سے حوالہ پیش خدمت ہے۔ دوسری جلد کے صفحہ نمبر 6 پر اسلامی حکومت کے بارے میں مولانا آزاد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"ہمارا عقیدہ ہے اگر قیامت کے دن دنیا کے ظالموں کی صفوف عام فساق و فجار سے الگ قرار دی جائیں گی تو ان میں سب سے پہلی صف یقیناً بنی امیہ کی ہو گی۔ انہی ظالموں نے اسلام کی اس روح حریت کو غارتِ ظلم و استبداد کیا۔ اور اس

کے عین عروج کے وقت اس کی قوت نمو کو اپنی اغراض شخصیہ کے نیچے کچل ڈالا۔ ان کا اقتدار و تسلط فی الحقیقت امر بالمعروف کے سد باب کا پہلا دن تھا۔ نہ صرف یہ کہ انہوں نے اسلام کی جمہوریت کو غارت کر کے اس کی جگہ شخصی حکومت کی بنیاد ڈالی، جو یقیناً اعتقاد قرآن کی رو سے کفر جلی تھا بلکہ سب سے بڑا جرم یہ کیا کہ اظہار حق اور امر بالمعروف کو تلوار کے زور سے دبا دینا چاہا اور مسلمانوں کی حق گوئی کی ترقی کے ولولے کو مضحمل کر دیا۔ تاہم چونکہ عہد نبوت کا فیضان روحانی اور تعلیم قرانی کا اثر ابھی بالکل تازہ تھا، اس لیے اگرچہ طرح طرح کی بدعات اور محدثات و معصیت کا بازار گرم ہو گیا تھا لیکن پھر بھی امر بالمعروف کی آواز کی گرج کوفہ اور دمشق کے ایوان و محل کو لرزا دیتی تھی۔"

آگے لکھتے ہیں: "بنی امیہ کا سب سے بڑا ظلم جو انہوں نے اسلام پر کیا تھا۔ وہ یہ تھا کہ خلافتِ راشدہ اسلامیہ کی بنا جو اجماع مشورۂ مسلمین پر تھی، کو حکومت شخصی و مستبدّہ و سلطنت ملکیہ سیاسیہ میں تبدیل کر دیا۔ اور حکومت کی بنیاد و شریعت پر نہیں رکھی بلکہ محض قوت اور سیاست پر کھی۔ تاریخ اسلام کے تمام صغار کبار و عالی ودانی اس پر متفق ہیں اور تمام اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ ایک سخت بدعت تھی اور فرمان صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق ملک عضوض کا آغاز تھا۔ اور سنو! ازاں جملہ بنی امیہ و بنی مروان کی سب سے بری ہادم شریعت اور پر معصیت و فسق و عدوان بدعت شنیعہ جس کا انتقامانہ اتباع برادران شیعہ نے شروع کیا اور افسوس ہے کہ بد بختانہ شاید آج تک کرتے ہیں یعنی سب سے پہلے سرزمین اسلام میں جو رحم و محبت اور صلح و اخوت کی تخم ریزی کیلئے بنی تھی، سبّ و شتم اور لعن و تبرے کا تخم انہوں نے بویا تھا اور لعنت گھروں پر رہ کر نہیں، بلکہ مقدس مساجد اسلام میں جو صرف عبادت و طاعت الٰہی کے مقاصد مقدسہ کیلئے بنائی گئی تھیں، اپنے اغراض نفسانیہ و منکرات ذاتیہ سے اہل بیعت نبوت اور امیر علیہ السلام پر

علانیہ لعنت بھیجنی شروع کی۔

پھر لکھتے ہیں: بنی امیہ کی سب سے پہلی بدعت اور اسلام و مسلمین پر ان کا اولین ظلم یہ تھا کہ نظام حکومت اسلامیہ کا تختہ یکسر الٹ دیا اور خلافت راشدہ جمہوریہ صحیحہ کی جگہ مستبدہ (ڈکٹیٹر شپ) و ملک عضوض کی بنیاد ڈالی۔ یہ انقلاب بہت شدید تھا اور بہت مشکل تھا کہ ملک کو اس پر راضی کیا جائے۔ ابھی صحابہ کرام موجود تھے اور خلافت راشدہ کے واقعات بچے بچے کی زبان پر تھے۔ اس لیے اس احساس اسلامی کو مٹانے کے لئے تلوار سے کام لیا گیا اور جس نے قوت حق و معرفت سے زبان کھولی، اس کو زور شمشیر و خنجر سے چپ کرا دیا گیا۔ رفتہ رفتہ احساس منقلب اور خیالات بدلتے چلے گئے اور حقیقت روز بروز مہجور و محجوب ہوتی گئی۔

الہلال کی تیسری جلد میں عشرہ محرم الحرام کے تحت مضمون میں مولانا ابو الکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"بنو امیہ کی حکومت ایک غیر شرعی حکومت تھی۔ کوئی حکومت جس کی بنیاد جبر و شخصیت پر ہو، کبھی بھی اسلامی حکومت نہیں ہو سکتی۔ انہوں نے اسلام کی روح حریت و جمہوریت کو غارت کیا اور مشورہ اجماع امت کی جگہ محض غلبہ جابرانہ اور مکر و خدع پر اپنی حکومت کی بنیاد رکھی۔ ان کا نظام حکومت شریعت الٰہیہ نہ تھا بلکہ محض اغراض نفسانیہ و مقاصد سیاسیہ تھا۔ ایسی حالت میں ضرور تھا کہ ظلم و جبر کے مقابلہ کی ایک مثال قائم کی جائے اور حق و حریت کی راہ میں جہاد کیا جاتا۔ حضرت سید الشہداء نے اپنی قربانی کی مثال قائم کر کے مظالم بنی امیہ کے خلاف جہاد حق کی بنیاد رکھی اور جس حکومت کی بنیاد ظلم و جبر پر تھی اس کی طاعت اور وفاداری سے انکار کر دیا۔ پس یہ نمونہ تعلیم کرتا ہے کہ ہر ظالمانہ و جابرانہ حکومت کا اعلانیہ مقابلہ کرو اور کسی ایسی حکومت سے اطاعت و وفاداری کی بیعت نہ کرو جو خدا کی بخشی ہوئی انسانی حریت و حقوق کی غارت گر ہو اور جس کے احکام

مستبدّ ہ وجائزہ کی بنیاد صداقت وعدالت کی بجائے ظلم پر ہو۔''

اظہار آزادی تحفہ تھا جو حضور ﷺ نے دنیا کو دیا تھا۔ جو نہ پہلے ملا اور نہ بعد میں، امیر معاویہ و بنوامیہ کی کوششوں سے باقی رہا۔ لوگ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ خلیفہ کا کوئی الگ محل ہو، پہرے دار ہوں یا وہ جلوس میں سفر کرے۔

ہنوز اندر جہاں آدم غلام است
نظامش خام و کارِش ناتمام است
غلام فقرِ آں گیتی پناہم
کہ در دینش ملوکیت حرام است

امیر معاویہ کے دور میں مسلمانوں سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (اظہار رائے) کی آزادی چھین لی گئی تھی حالانکہ اسلام نے اسے مسلمانوں کا حق نہیں بلکہ فرض قرار دیا تھا۔ ان کے دور ملوکیت میں ضمیروں پر قفل چڑھا دیئے گئے تھے اور زبانیں بند کردی گئیں۔ یہ اصول بن گیا کہ منہ کھولو تو تعریف کے لئے کھولو ورنہ چپ رہو۔ جو باز نہ آئے ان کیلئے قید، کوڑے اور سزائے موت کا بندوبست تھا جیسا کہ حضرت حجر بن عدی رضی اللہ عنہ کے قتل سے ظاہر ہے۔ جبر کا شجر خبیثہ بعد میں اتنا تناور ہو گیا کہ عبدالملک بن مروان 75ھ میں جب مدینہ گیا تو منبر رسول ﷺ پر کھڑے ہو کر اس نے اعلان کیا کہ

''میں امت کے امراض کا علاج تلوار کے سوا کسی اور چیز سے نہ کروں گا۔ اب اگر کسی نے مجھے کہا کہ اللہ سے ڈر تو میں اس کو قتل کر دوں گا۔''

(الکامل ابن الاثیر ج:4،ص:41-104احکام القرآن الجصاص ج:1،ص:82
فوات الوفیات ،محمد بن شاکر الکتبی ج:2،ص:33)

اس جبر کے نتیجہ میں لوگ ملک اور اس کے معاملات سے لاتعلق ہو گئے اور حکومتوں کی آمدورفت کے خاموش تماشائی بن کر رہ گئے۔

امیر معاویہ حکمران کیسے بنے؟

امیر معاویہ کی حکومت کی نوعیت ایسی نہ تھی کہ وہ مسلمانوں کے بنانے سے حکمران بنے ہوں۔ وہ بہر حال حکمراں بننا چاہتے تھے اور انہوں نے لڑ کر حکومت حاصل کی۔ لوگوں نے ان کو حکمران نہیں بنایا بلکہ وہ خود اپنے زور پر حکمران بنے۔ وہ خود بھی اپنی اس پوزیشن کو اچھی طرح سمجھتے تھے۔ اپنی حکومت کے آغاز میں معاویہ نے مدینہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا:

"خدا کی قسم! میں حکومت سنبھالتے ہوئے اس بات سے بے خبر نہ تھا کہ تم میرے برسر اقتدار آنے سے خوش نہیں ہو اور اسے پسند نہیں کرتے۔ اس معاملہ میں جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے میں اسے خوب جانتا ہوں مگر میں نے اپنی اس تلوار کے زور پر تم کو مغلوب کر کے اسے (یعنی حکومت کو) لیا ہے...... اب اگر تم دیکھو کہ میں تمہارا حق پورا پورا ادا نہیں کر رہا ہوں تو تھوڑے پر مجھ سے راضی رہو۔" (امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ البدایہ والنہایہ ج:8، ص:132)

جو لوگ یزید سے بات شروع کرتے ہیں، انہیں کبھی امام حسین علیہ السلام کی سمجھ نہیں آ سکتی۔ کیا حضرت علی علیہ السلام نعوذ باللہ یزید سے بھی کم مرتبہ تھے؟ وہ مہاجر و انصار صحابہ رضی اللہ عنہم کے چنے ہوئے خلیفہ برحق تھے۔ بات امیر معاویہ سے شروع ہوئی تو تب سمجھ آئے گی۔ انہوں نے سب سے پہلے اسلام میں بغاوت کا آغاز کیا (**اوّل من بغی فی الاسلام معاویہ**) اور بہانہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا بنا لیا جو کہ بالکل غلط تھا۔ اگر حضرت علی علیہ السلام جان بوجھ کر بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قصاص نہ لیتے تو زیادہ سے زیادہ نعوذ باللہ فاسق ہوتے۔ اگر خود سیدنا علی علیہ السلام

ہی نعوذ باللہ قاتل عثمان رضی اللہ عنہ ہوتے تو گناہ گار ہی ہوتے۔ کیا حضرت علی علیہ السلام کافر ہو گئے تھے جو امیر معاویہ نے بیعت نہیں کی۔ جو روایات یزید کے حق میں پیش کی جاتی ہیں کہ حکمران جیسا بھی ہو اطاعت کرو، تو کیا وہ حضرت علی علیہ السلام کے حق میں پیش نہیں ہو سکتیں؟ ایک صوبہ کے گورنر نے کیوں بغاوت کی؟ امیر معاویہ نے علانیہ حضرت علی علیہ السلام کی آئینی حکومت کو چیلنج کیا۔ حالانکہ بات سیدھی سی ہے کہ پہلے حضرت علی علیہ السلام کو خلیفہ تسلیم کر کے بیعت کرو پھر قتل سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا مقدمہ پیش کرو، لوگ خود دیکھ لیں گے کہ حضرت علی علیہ السلام انصاف کرتے ہیں یا نہیں؟ اگر وہ امیر معاویہ کے خیال میں آئینی خلیفہ ہی نہیں تو پھر اُن سے قصاص کا مطالبہ ہی کیوں کرتے ہیں؟

امیر معاویہ نے قصاص عثمان رضی اللہ عنہ کے نام پر ایک ڈھونگ رچا لیا تھا، عام لوگ اس سے دھوکہ کھا گئے۔ سیدنا حسن علیہ السلام نے اسی لیے صلح کر کے امیر معاویہ کو اگلے بیس سال کیلئے فری ہینڈ دے دیا۔ پھر لوگوں نے اچھی طرح دیکھ لیا کہ امیر معاویہ نے کون سا قصاص لیا اور کون سے سا اسلام قائم کیا۔ اسی لیے ایک بھی عالم جرأت نہیں کر سکا کہ ان کے دور کو خلافت راشدہ کہہ سکے۔ مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں:

"اللہ بنو امیہ سے انصاف کرے جنہوں نے اسلام میں اس مقدس تصویر مساوات کو اپنی کثافت سے ملوث کر دیا اور اس کی بڑھتی ہوئی قوتیں عین دور عروج میں پامالِ مفاسدِ استبداد ہو کر رہ گئیں۔"

(بحوالہ اسلام اور جمہوریت ص 158: مولانا محمد شفیق خاں پسروری اہل حدیث عالم)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے آخری دور میں حالات کی نزاکت کا احساس کر کے فرمایا کہ میں نے معاویہ کو شام کا علاقہ سپرد کر کے غلطی کی

(مسلم شریف کی شرح فتح الملھم ج:7، ص:154، مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ)

پھر معاویہ نے حکومت سنبھالنے کے بعد جو خطاب کیا اس کا ذکر بخاری میں بھی

ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ معاویہ نے تقریر کرتے ہوئے کہا جو حکومت کے بارے میں کوئی بات کہنا چاہتا ہے وہ ذرا سر تو اٹھائے۔ ہم اس سے اور اس کے باپ سے زیادہ خلافت کے حق دار ہیں۔ حبیب رضی اللہ عنہ ابن مسلمہ صحابی نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تم نے معاویہ کی تقریر کا جواب کیوں نہیں دیا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں جواب میں اسے یہ کہنا چاہتا تھا کہ تم سے زیادہ حقدار خلافت وہ ہے جو تم سے اور تمہارے باپ سے جنگیں لڑتا رہا۔ پھر میں ڈرا کہ کہیں ایسا کہنے سے جماعت میں پھوٹ نہ پڑ جائے اور خون ریزی نہ ہو اور لوگ میرا مطلب کچھ اور نہ سمجھ لیں۔ میں نے جنت کی نعمتیں جو اللہ نے تیار کر رکھی ہیں، ان کا خیال کیا۔ حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا تم بچ گئے اور محفوظ رہے۔

(بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الخندق وھی الاحزاب)

امیر معاویہ نے لوگوں سے خوف و رشوت کے ذریعہ بیعت لی۔ یمن کے مشہور سلفی عالم شیخ مقبلی جو ہجرت کر کے مکہ آ گئے تھے۔ وہ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ امیر معاویہ حکومت کے لالچی تھے اور اس کیلئے ہر مکر و فریب روا رکھا اور یزید کی بیعت سے آخری کیل بھی ٹھونک دیا۔ جو کہتے ہیں کہ انہوں نے اجتہاد کیا اور نیک نیتی سے غلطی کھا گیا ایسا کہنے والے لوگ یا تو جاہل ہیں یا گمراہ ہیں جو اپنی خواہشات کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ اے اللہ میں تجھ کو اپنے اس عقیدہ پر گواہ بناتا ہوں۔ (العَلَم والشامخ، ص :238)

صحابہ نے بیعت معاویہ بطور تقیہ کی تھی

بانی تبلیغی جماعت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب معانی الآثار کی شرح امانی الاحبار کے نام سے لکھی ہے۔ اس کی ج:4، ص:252 پر وہ لکھتے ہیں:

"تقیہ کوئی انہونی بات نہیں اور نہ اس سے دین میں کوئی خرابی آتی ہے تقیہ کا جو معنیٰ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے لیا وہ دین میں حرام نہیں بلکہ کئی موقعوں پر جائز ہوتا ہے۔ کیا اس معترض (اہل حدیث عالم) کو معلوم نہیں کہ حضرت عبداللہ بن

عباس رضی اللہ عنہ حضرت علی علیہ السلام کے خاص ساتھیوں میں سے تھے۔ یہ حضرت علی علیہ السلام کے ان اصحاب میں سے تھے جو امیر معاویہ کو بہت غلط جانتے تھے، اس لیے بغض رکھتے تھے۔ وہ حضرت علی علیہ السلام کی زندگی میں امیر معاویہ سے جنگیں لڑتے رہے، مگر بعد میں انہوں نے تقیہ کے طور پر امیر معاویہ کی بیعت کرلی۔ زیادہ صحابہ نے ڈر کے مارے اور کچھ نے راضی ہو کر بیعت کی۔ اور اسی طرح اس کے بیٹے یزید کی بیعت بھی تقیہ کے طور پر کی تھی۔''

بخاری کتاب الاکراہ کے شروع میں، ہی امام بخاری لکھتے ہیں کہ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ''تقیہ قیامت تک قائم رہے گا۔''

امیر معاویہ کی فضیلت

ان کی فضیلت میں کوئی حدیثِ صحیح ثابت نہیں ہے۔ امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ بخاری کی شرح فتح الباری ج:7، ص:104 پر لکھتے ہیں:

''ابن ابی عاصم نے ایک پورا رسالہ امیر معاویہ کی شان پر لکھا۔ ثعلب کے غلام ابو عمر نے بھی ایسا ہی رسالہ لکھا اور ابو بکر نقاش نے بھی لکھا۔ امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے موضوعات (من گھڑت روایات) پر جو کتاب لکھی اس میں ایسی روایات ذکر کے امام اسحٰق بن راہویہ محدث رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کر دیا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں ایک روایت بھی صحیح نہیں ہے۔''

پھر امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا قصہ بھی لکھا کہ انہوں نے حضرت علی علیہ السلام کی شان میں کتاب ''خصائص علی علیہ السلام''، لکھی تو شام کے لوگوں نے امیر معاویہ کی شان بھی پوچھی۔ امام نے جواب دیا کہ ان کی شان میں کوئی حدیث ثابت نہیں البتہ ایک بد دعا ثابت ہے کہ خدا اس کا پیٹ نہ بھرے۔ پھر شامیوں نے امام کو اتنا مارا کہ ان کے خصیے کچل دیئے اور پیٹ پھاڑ دیا جس سے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ شہید ہو گئے۔

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''معلوم ہوتا ہے امام نسائی نے بھی اپنے استاد اسحٰق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر اعتماد کیا۔''

مشہور اہل حدیث عالم مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری نے ترمذی کی شرح تحفۃ الاحوذی ج:4،ص:354-355 پر یہی لکھا کہ امیر معاویہ کی فضیلت میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔ عبیداللہ امرتسری نے اپنی کتاب ارجح المطالب کے ص:581 پر شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے حوالہ سے یہی قول لکھا۔ ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب موضوعات کبیر (بڑے جھوٹ) اردو کے ص:566 اور عربی کے ص:106 پر امام اسحٰق راہویہ کے حوالہ سے یہی قول لکھا۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب اللآلی المصنوعہ فی الآحادیث الموضوعہ ج:1،ص:424 پر یہی لکھا ہے۔

شیخ محمد بن احمد سفارینی اپنی کتاب لوامع الانوار الیھیہ و سواطع الاسرار الاثریہ میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے عبداللہ کا قول نقل کرتے ہیں:

''انہوں نے کہا میں نے اپنے والد امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے علی علیہ السلام و معاویہ کے بارے میں سوال کیا تو کہنے لگے تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ علی علیہ السلام کے دشمن بہت تھے۔ انہوں نے علی علیہ السلام میں تلاش کیا مگر نہ کر سکے تو یہ لوگ ایک ایسے شخص (معاویہ) کی طرف متوجہ ہوئے جس نے علی علیہ السلام سے جنگ و جدال کیا تھا اور ان دشمنان علی علیہ السلام نے عیب امیر معاویہ کی تعریف بڑھا چڑھا کر کی جو علی علیہ السلام کے خلاف ایک چال تھی۔

(لوامع الانوار ج:2،ص:339)

امیر معاویہ کی سیاست

مولانا ابو الکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ البلاغ ج:6،ص:55 پر لکھتے ہیں کہ امیر معاویہ کی سیاست یہ تھی کہ مال و دولت کے چھینٹوں سے گرم دلوں کو ٹھنڈا کیا جائے۔

اوّلیاتِ امیر معاویہ یا بدعات امیر معاویہ

ان کے دور میں مندرجہ ذیل بدعات شروع ہوئیں۔

(1) موروثی حکومت

مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''بنی امیہ کی سب سے پہلی بدعت اور اسلام و مسلمین پر ان کا اولین ظلم یہ تھا کہ نظام حکومت اسلامیہ کا تختہ یکسر الٹ دیا اور خلافت راشدہ جمہوریہ صحیحہ کی جگہ مستبدّہ (ڈکٹیٹر شپ) وملک عضوض کی بنیاد ڈالی۔

(الہلال کی فائل کی ج:2،ص:6)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ سے بار بار اصرار کیا کہ حکمران کا انتخاب امت پر چھوڑ دے جو سنت نبوی ہے۔امیر معاویہ نے کہا کوئی اور تجویز دو تو انہوں نے کہا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرح کر کہ اپنے خاندان سے باہر امت کا کوئی نیک آدمی ولی عہد نامزد کر دے۔امیر معاویہ نے کہا یہ بھی منظور نہیں۔انہوں نے کہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح کمیٹی بنادے، امیر معاویہ نے کہا اس کے علاوہ کوئی اور صورت؟ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا اور کوئی صورت نہیں تو امیر معاویہ نے کہا میں ان سب کو ٹھیک کردوں گا۔پھر انہوں نے خوف ولالچ سے سب کو ٹھیک کر دیا۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب سیر اعلام النبلاء ج:3،ص:158 پر لکھتے ہیں:

''کاش امیر معاویہ اپنے بیٹے کے حق میں وصیت نہ کرتے اور امت کو اپنی مرضی کا حکمران چننے کیلئے چھوڑ جاتے۔اس کتاب کی ج:4،ص:44 پر امام

لکھتے ہیں کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے تھے اگر یہ بری سنت جاری نہ
ہوتی کہ اپنی زندگی میں اپنے بیٹے کو ولی عہد بنا دیا (بعد میں یہ تماشہ نہ ہوتا
کہ بڑے بڑے بدمعاش حکومت پر آ گئے) تو شوریٰ ہوتی۔

علامہ رشید رضا مصری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''الخلافۃ الامامۃ العظمیٰ'' میں لکھتے ہیں:

''تصنیف و تالیف کا دور اس وقت آیا جب امیر معاویہ کی ایجاد کی ہوئی دو
بدعتوں کے باعث خلافت نے ملوکیت کی شکل اختیار کر لی تھی۔ اول یہ کہ
حکومت کو عصبیت کی قوت کے تابع کر دیا اور دوم یہ کہ خلافت کو میراث بنا دیا۔''

(کتاب مذکور کے اردو ترجمہ کا ص:121)

امام ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''الکامل میں لکھتے ہیں:

''معاویہ وہ پہلے خلیفہ ہیں جنہوں نے اسلام میں اپنے بیٹے کیلئے بیعت لی۔''

حدیث میں آتا ہے کہ میری سنت کو بنو امیہ کا ایک آدمی بدلے گا۔ یہ حدیث
صحیح الجامع الصغیر ج:1، ص:504، نمبر 2582 پر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے،
علامہ البانی **سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ** ج:4، ص:329-330 **حدیث نمبر**
1749 پر درج ہے۔ علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں ص: 330 پر لکھتے ہیں کہ امیر معاویہ
نے شوریٰ کو وراثت میں بدل دیا۔

(2) اسلام میں سب سے پہلی بغاوت

امام سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''اکثر علماء کا یہ مسلک ہے کہ **اوّلَ مَنْ بغیٰ فی الاسلام معاویہ** یعنی
اسلام میں سب سے پہلے بغاوت معاویہ نے کی، (شرح مقاصد تفتازانی
بحوالہ ارجح المطالب ص:578، عبید اللہ امرتسری) لہٰذا صلح حسن علیہ السلام کے
بعد معاویہ کے امام ہونے میں اختلاف ہے۔ (ارجح المطالب ص:582)

(3) پہلا بادشاہ

صحیح حدیث میں فرمایا گیا کہ میرے بعد خلافت 30 سال تک ہے پھر ملک عضوض (کاٹ کھانے والی بادشاہت) ہے۔

(سلسلة الاحاديث الصحيحه البانی ج:1، ص:520، حديث نمبر 459، ابو داؤد حديث نمبر 4646، ابن حبان حديث نمبر 1535، سير اعلام النبلاء ذهبی رحمۃ اللہ علیہ ج:4، ص:79، الجواب الصحيح امام ابن تيميه رحمۃ اللہ علیہ ج:4، ص:138)

ترمذی ابو اب الفتن باب ماجآء فی الخلافة میں سعید بن جمهان حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری امت میں خلافت 30 برس تک ہے پھر بادشاہت ہے۔ پھر سفینہ رضی اللہ عنہ نے کہا خلافت گن لے خلافت ابو بکر و عمر و عثمان، علی رضی اللہ عنہم کو پھر ہم نے گنا اور پایا 30 سال، کہا سعید رضی اللہ عنہ نے کہ میں نے سفینہ رضی اللہ عنہ سے کہا بنی امیہ دعویٰ کرتے ہیں کہ خلافت ان میں ہے کہا سفینہ نے یہ بنوزرقاء جھوٹ بولتے ہیں، وہ بادشاہ ہیں بلکہ بدترین بادشاہ!

(تاريخ الخلفاء سيوطی بحواله مصنف ابن ابی شيبه بحواله ارجح المطالب ص:583-584)

سنن ابو داؤد کی شرح عون المعبود ج:4، ص:342 پر اہل حدیث عالم مولانا شمس الحق عظیم آبادی لکھتے ہیں:

''بنوامیہ کے حاکم چاہے زبردستی خلیفہ بن گئے لیکن وہ قطعاً اس کے اہل نہ تھے بلکہ وہ ظالم حکمران تھے۔ وہ خلیفہ راشد نہیں بلکہ ظالم بادشاہ تھے۔

آگے لکھتے ہیں کہ امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

''خلافت ختم ہونے کے بعد یعنی 30 سال کے بعد بادشاہت ہوگی کیونکہ خلیفہ کا نام صرف ان کیلئے جو سنت نبوی پر چلتے رہے اور مخالف سنت نبوی بادشاہ تھے، خلیفہ نہ تھے۔ ہاں ان بادشاہوں کو خلیفہ کہہ دیتے ہیں کیونکہ ایک

کے بعد دوسرا جو آیا۔"

امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری ج:12، ص:392 پر لکھتے ہیں:

"حدیث میں ہے کہ میرے بعد خلافت 30 سال ہے اس سے مراد خلافت نبوت ہے اور معاویہ اور بعد والے بادشاہوں کے طریقہ پر تھے چاہے ان کا نام خلیفہ رکھو۔ معاویہ اور بعد میں آنے والوں کو خلیفہ صرف لغوی معنوں میں کہتے ہیں مگر ان کی سیرت ملوکانہ تھی۔"

مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ اہل حدیث عالم ترمذی کی شرح تحفۃ الاحوذی ج:3، ص:230 پر لکھتے ہیں:

"حضرت سفینہ صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا معاویہ پہلا بادشاہ ہے۔ خلافت نبوت سے مراد خلافت کاملہ لی جاتی ہے اور وہ صرف 5 اشخاص میں منحصر ہے (یعنی سیدنا حسن علیہ السلام تک) لہٰذا جب حدیث میں 12 خلفاء کا ذکر آئے تو وہ اس کے خلاف نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں مطلق حکمرانوں کی بات ہے۔"

مُلا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مشکوٰۃ کی شرح مرقاۃ میں ج:10 ص:124 پر لکھتے ہیں:

"معاویہ خلیفہ نہیں بادشاہ تھے، ان کو کسی امام اور عالم نے خلیفہ نہیں کہا۔"

یہی بات شاہ ولی اللہ نے حجۃ البالغہ ج:2، ص:212 پر لکھی ہے۔

عشرہ مبشرہ میں شامل سعد بن ابی وقاص نے امیر معاویہ کو بادشاہ کہہ کر سلام کیا (الکامل ابن اثیر ج:3، ص:405) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تحفۃ اثناء عشریہ ص:363 باب درامامت میں امیر معاویہ کو اسلام میں پہلا بادشاہ لکھتے ہیں۔

امیر معاویہ نے خود کہا کہ انا اوّل الملوک (میں مسلمانوں میں پہلا بادشاہ ہوں، (الاستیعاب امام ابن عبدالبر ج:1، ص:254، البدایہ والنہایہ، ابن کثیر ج:8، ص:135)

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے بقول سنت یہی ہے کہ ان کو خلیفہ کی بجائے بادشاہ کہا جائے کیونکہ حدیث میں فرمایا گیا میرے بعد خلافت 30 سال ہے پھر

بادشاہت ہے اور یہ مدت ربیع الاوّل 41ھ میں ختم ہوگئی جبکہ حسن علیہ السلام معاویہ کے حق میں دست بردار ہو گئے۔ (البدایہ والنهایہ، ج 8، ص 16)

(4) نمازعید کی اذان واقامت

عید کی اذان واقامت امیر معاویہ نے شروع کی

(ترمذی کی شرح تحفة الاحوذی ج 1،ص :375، بحواله مصنف ابن ابی شیبه) امام ابن حزم المحلی ج:5،ص :85-86، امام ابن عبدالبر ، التمهید لما فی المؤطا فی المعانی والا سانید ج: 10 ،ص :244، امام سیوطی ، تاریخ الخلفاء اردو، ص 248)

(5) نمازعید کا خطبہ نماز سے پہلے شروع کر دیا۔

مروان گورنر مدینہ صحابی حضرت ابوسعید خدری نے پہلے خطبہ سے منع کیا تو اس نے کہا چھوٹ گئی وہ سنت جو تم جانتے ہو۔ (مسلم کتاب صلوٰة العیدین عن ابی سعید رضی اللہ عنہ الخدری)

(6) سیدنا علی علیہ السلام پر لعنت کرانا

ابوعبداللہ الجدلی سے ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا تمہارے منبروں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالیاں دی جاتی ہیں جب یہ کہا جاتا ہے کہ علی علیہ السلام اور اس سے محبت کرنے والوں پر لعنت کیونکہ میں جانتی ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ علی علیہ السلام سے محبت کرتے تھے۔

(سلسلة الاحادیث الصحیحه البانی ج:7،حصه 2حدیث نمبر 3332، مسند ابو یعلیٰ ج:12،ص :444-445، طبرانی فی المعجم الاوسط ج:6،ص :389، حدیث نمبر 5228، المعجم الصغیر ص :199هندیه، المعجم الکبیر ج:23،ص :323،حدیث نمبر 738)

امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ المحلیٰ ج:5،ص:86 پر لکھتے ہیں کہ بنوامیہ خطبہ عید میں حضرت علی علیہ السلام پر لعنت کرتے تھے۔

ابوعبداللہ الجدلی سے ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا تمہاری موجودگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالیاں دی جاتی ہیں۔ انہوں نے کہا معاذ اللہ یہ کیسے ہوسکتا ہے ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جس نے علی علیہ السلام کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی۔

(مسند احمد حدیث نمبر 27284، ج:12، ص:112 اردو)

اس موضوع پر تفصیلی بحث حضرت علی علیہ السلام کے دور کے حالات میں گزر چکی ہے۔
امیر معاویہ سیدنا علی علیہ السلام کی دشمنی میں اس حد تک آگے چلے گئے کہ حضرت علی علیہ السلام کو گالی نہ دینے والے سے جواب طلبی کرتے تھے۔

(مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل علی علیہ السلام ابن ابی طالب، ترمذی ابواب المناقب باب مناقب علی علیہ السلام ابن ابی طالب)

یہ رواج بنو امیہ میں اتنا زیادہ پھیل گیا تھا کہ حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی موت کی وجہ بن گیا اور ان کو حب علی علیہ السلام کے الزام میں قتل کر دیا گیا۔ امیر معاویہ کی شروع کردہ اس بری بدعت کا ذکر امام طبری رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ ج:4،ص:188 امام ابن الاثیر نے الکامل ج:3،ص:234، ج:4،ص:154 امام ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ ج:8،ص:289، ج:9،ص:80 پر بھی کیا ہے۔

(7) دین وسیاست الگ الگ کر دیئے

امیر معاویہ اسلام میں وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے دین وسیاست کو الگ الگ کر دیا۔

(8) لاش کا سر کاٹنا

امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ اور ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفاء راشدین نے کسی لاش کا سر نہیں کٹوایا۔ جنگ بدر میں ابوجہل کا سر کاٹنے کی باتیں محض جعلی ہیں۔ امام بیہقی اپنی سنن میں لکھتے ہیں:

> ''ایک عیسائی پادری جنگ میں مارا گیا۔ مسلمان کمانڈر نے اس کا سر کاٹ کر ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھجوایا۔ آپ نے سخت ناراضگی کا اظہار کیا اور فرمایا آئندہ یہ حرکت نہ کرنا۔'' (بحوالہ المبسوط امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ ج:10، ص:131)

معاویہ کے حکم سے عمرو بن حمق صحابی کا کاٹا گیا اور شہر شہر پھرایا گیا۔ پوری سلطنت میں پھرانے کے بعد ان کی بیوی کی گود میں لا کر پھینک دیا گیا جو کہ امیر معاویہ نے قید کی ہوئی تھی۔ اس کا نام آمنہ بن شریک تھا۔ اس نے سر کو

چوما اور اپنے سینہ سے لگا کر کہا ان لوگوں نے زندگی میں تجھے مجھ سے جدا رکھا اور اب تیرا سر لا کر یہ سمجھ رہے ہوں گے کہ میں تجھ سے نفرت کرتی ہوں لیکن تو اب بھی میرا محبوب ہے۔تم راہ خدا میں شہید ہوئے۔

(امام ابن اثیر اسد الغابہ ج:4، ص:101، امام ابن حجر، التلخیص الحبیر ج:4، ص:107-108، طبقات ابن سعد ج:6، ص:25، الاستیعاب ج:2، ص:440، تھذیب ج:8، ص:24)

امیر معاویہ نے کفر کا رواج شروع کیا اور یہی ان کے بیٹے یزید نے امام حسین علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ کیا۔

اسلام میں سب سے پہلا سر عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا کاٹا گیا جو جنگ صفین میں شریک تھے۔سر کاٹ کر امیر معاویہ کے پاس لایا گیا اور دو آدمی اس سر کے بارے میں جھگڑ رہے تھے، ہر ایک کہتا تھا کہ عمار رضی اللہ عنہ کو میں نے قتل کیا ہے۔

(مسند احمد بن حنبل حدیث نمبر 6538-6929، طبقات ابن سعد ج:3 ص:253)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ مصر میں حضرت علی علیہ السلام کے گورنر تھے۔ جب امیر معاویہ کا قبضہ مصر پر ہوا تو انہیں گرفتار کر کے قتل کیا گیا پھر ان کی لاش مردہ گدھے کی کھال میں رکھ کر جلائی گئی۔

(الاستیعاب ج:1، ص:235، طبری ج:4، ص:79، ابن اثیر، الکامل ج:3، ص:180 ابن خلدون تکملہ ج:2، ص:182)

امیر معاویہ کا جاری کردہ یہ طریقہ بعد میں بھی قائم رہا اور حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ، مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ وغیرہ حضرات کے سر بنو امیہ کے دور میں کاٹے گئے۔

(9) سونا، چاندی، ریشم اور درندوں کی کھالوں کا استعمال

امیر معاویہ کے گھر میں سونا چاندی مردوں کے استعمال میں ہوتے تھے، درندوں کی کھالیں بطور نشست اور ریشم بطور لباس استعمال ہوتا تھا، ان تمام باتوں سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ان کاموں کے منع ہونے اور ان کے گھر میں ہونے کا اعتراف امیر معاویہ کو بھی تھا جیسا کہ حضرت

مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے مکالمہ سے ثابت ہوتا ہے۔

(ابو داؤد ، کتاب اللباس باب فی جلود النمور باب نمبر 263، مسند احمد روایت نمبر 17321 ج:7، ص:141)

(10) مسلمانوں کو غلام بنانا

امیر معاویہ کے گورنر بُسر بن ابی ارطاط نے حضرت علی علیہ السلام کے زیر انتظام علاقہ ہَمَدان پر معاویہ کے حکم سے حملہ کیا اور جنگ میں پکڑی جانے والی مسلمان لونڈیاں بنالیں جس کی شریعت میں کوئی گنجائش نہیں۔

(امام ابن عبدالبر، الاستیعاب ج:1، ص:65)

امیر معاویہ نے گورنروں کو بے لگام چھوڑا ہوا تھا۔ جب کوئی ان کے ظلم کی فریاد لے کر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جاتا تو اسے کہا جاتا کہ میرے گورنروں سے قصاص لینے کی کوئی سبیل نہیں ہے۔

(الکامل ابن اثیر ج:3، ص:248، البدایہ والنھایہ ، ابن کثیر ج:8، ص:71، طبری ج:4، ص:223، امام ابن اثیر اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ج:1، ص:181، پر

لکھتے ہیں کہ یہ پہلی عورتیں تھیں جو اسلام میں لونڈیاں بنائی گئیں۔

(11) پانی بند کرنا سنت معاویہ ہے

جنگ صفین کیلئے معاویہ کا لشکر پہلے پہنچ چکا تھا اور انہوں نے فرات کے پانی پر قبضہ کرلیا اور علی علیہ السلام کی فوج کا پانی بند کردیا۔ حضرت علی علیہ السلام کی فوج نے لڑ کر پانی کا قبضہ لیا اور سیدنا علی علیہ السلام نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ اپنی ضرورت بھر پانی لیتے رہو اور مخالف لشکر کو بھی فائدہ اٹھانے کی اجازت دو۔

(طبری ج:3، ص:568-569، الکامل ابن اثیر ج:3، ص:145-146، ابن خلدون تکملہ تاریخ ابن خلدون ج:2، ص:170)

امیر معاویہ کے "سعادت مند" بیٹے یزید نے دوسری باتوں کی طرح اپنے والد کی یہ سنت بھی برقرار رکھی اور سیدنا امام حسین علیہ السلام کا کربلا میں پانی بند کردیا۔ اس بارے میں

حدیث ملاحظہ ہو کہ پانی بند کرنے والے پر اللہ تعالیٰ کتنا ناراض ہے۔

بخاری کتاب الاحکام باب من بایع رجلاً لا یبا یعہ الا للدنیا میں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تین آدمیوں سے بات تک نہ کرے گا نہ انکو گناہوں سے پاک کرے گا بلکہ ان کو دُکھ کی مار پڑے گی۔ ایک تو وہ شخص جس کے پاس راستے میں فالتو پانی ہو اور وہ مسافر کو نہ دے، دوسرے وہ شخص جو محض دنیا کمانے کی خاطر کی امام کی بیعت کرے کہ اگر وہ اسے مال دے تو بیعت پوری کرے ورنہ نہ پوری کرے، تیسرے وہ شخص جو عصر کی نماز کے بعد سامان فروخت کرنے جائے اور اللہ کی جھوٹی قسم کھائے کہ اس کی یہ قیمت مجھے ملتی تھی مگر میں نے نہ بیچا اور اس کی قسم کے اعتبار پر کوئی وہ سامان خرید لے حالانکہ وہ جھوٹا ہو اور اس کو اتنی قیمت نہیں ملتی تھی۔

اس حدیث کے تحت مولانا وحید الزماں نے سیدنا حسین علیہ السلام کا پانی بند کرنے کا ذکر کر کے لکھا کہ ان مردودوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بھی خیال نہ آیا کہ آپ علیہ السلام کی جوتیوں کے طفیل سے اس درجہ کو پہنچے کہ حکومت اور سرداری ملی۔

(12) پیشگی زکوٰۃ لینا شروع کر دی

ابن شہاب نے کہا سب سے پہلے معاویہ نے عطیات میں سے پیشگی زکوٰۃ کاٹی۔

(موطا امام مالک کتاب الزکاۃ باب الزکوٰۃ فی العین من الذہب والورق)

علامہ وحید الزماں اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

”یعنی تنخواہ کی تقسیم کے وقت لے لیتے، یہ امر خلفائے راشدین سے منقول نہیں ہے اور خلاف ہے حدیث کے اور اجماع صحابہ کے اس واسطے اس پر عمل نہیں ہوا۔“

اس پر تبصرہ کرتے ہوئے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ موطا کی شرح المصفیٰ ص:207 پر لکھتے ہیں کہ سالانہ و ماہانہ عطیات پر کسی کو دیتے وقت ہی زکوٰۃ وصول کرنا بدعت ہے۔

(13) جمعہ کا خطبہ بیٹھ کر

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''طاؤس سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ابو بکر رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور سب سے پہلے معاویہ نے منبر پر بیٹھ کر خطبہ دیا۔ (ازالۃ الخفاء ج:2، ص:199)

مسلم شریف کتاب الجمعہ میں روایت ہے:

''حضرت کعب رضی اللہ عنہ بن عجرہ مسجد میں داخل ہوئے تو ابن ام الحکم بیٹھے ہوئے خطبہ جمعہ پڑھ رہا تھا تو انہوں نے کہا اس خبیث کو دیکھو کہ بیٹھ کر خطبہ پڑھتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''جب دیکھتے ہیں کسی تجارت یا کھیل کو تو اس کی طرف دوڑ جاتے ہیں اور تجھ کو کھڑا ہو چھوڑ جاتے ہیں۔'' (سورۂ جمعہ)

(14) بیت الخلاء قبلہ رخ بنانا

ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے سے منع فرمایا۔ مگر شام میں بیت الخلاء قبلہ رخ بنے ہوئے تھے۔

(بخاری کتاب الصلوٰۃ باب قبلہ اھل المدینہ اھل الشام، مسلم کتاب الطھارۃ باب استقبال القبلۃ)

(15) کوتوال کا عہدہ

بخاری شریف کتاب الاحکام باب ماتحت حاکم قصاص کا حکم دے سکتا ہے میں پہلی حدیث کی شرح میں علامہ وحید الزماں لکھتے ہیں:

''کوتوال کا عہدہ خلافت راشدہ کے دور تک نہ تھا یہ بنی امیہ کی ایجاد ہے اور انہی کا اثر اس عہدے میں آ گیا کہ کوتوال اکثر ظالم، سفاک اور بے رحم ہوتا ہے۔''

(16) مقصورہ میں نماز پڑھنا

مسلم کتاب الجمعہ کی آخری روایت میں سائب سے روایت ہے کہ میں نے معاویہ کے ساتھ جمعہ پڑھا مقصورہ میں۔

(17) حج تمتع سے منع کرنا

سب سے پہلے جس نے حج تمتع سے منع کیا وہ معاویہ ہیں۔

(مسند احمد کی شرح الفتح الربانی ج:11، ص:158 ، ترمذی کتاب الحج باب ماجاء فی التمتع عن ابن عباس رضی اللہ عنہ)

(18) بیعت لیتے وقت قسم لینا

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بیعت لیتے وقت قسم لینے کا طریقہ امیر معاویہ نے ایجاد کیا اور عبدالملک بن مروان نے طلاق اور عتاق کی بھی قسم لینا شروع کر دی۔

(تاریخ الخلفاء سیوطی اردو ص:248)

(19) نیزوں پر قرآن کھڑا کرنا

جنگ میں قرآن کھڑا کرنا سنت مطہرہ میں نہیں آیا نہ سنت خلفائے راشدین میں بلکہ اس بدعت کا پہلا کرنے والا معاویہ تھا۔ پھر عمرو بن عاص کی چالاکی کو حدیث و تاریخ کی کتابیں پڑھنے والا جانتا ہی ہے۔

(سید نور الحسن خاں رحمۃ اللہ علیہ ابن نواب صدیق حسن خاں رحمۃ اللہ علیہ، عرف الجادی ص:197-198 باب در بیان قتالِ اہل البغی)

سنتوں میں تبدیلی

آپ پیچھے اولیات امیر معاویہ کی پہلی بدعت موروثی حکومت کے تحت یہ حدیث ملاحظہ کر چکے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میری سنت کو سب سے پہلے بنوامیہ کا ایک آدمی بدلے گا۔ آپ دیکھتے جائیں کہ ایک ایک سنت کیسے بدلی گئی۔

(1) نماز میں تبدیلی

''پھر ان کے بعد ناخلف ان کے جانشین ہوئے جنہوں نے نماز کو چھوڑ دیا اور خواہشات نفسانی کے پیچھے لگ گئے۔'' (سورہ، تحریم: 59/19)

امیر معاویہ کے دور میں نماز کا جو برا حال ہوا وہ نسائی **کتاب الامامة باب الصلوٰة مع آئمة الجور** میں حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ امیر معاویہ کا گورنر زیاد ابن ابیہ نماز لیٹ کر کے پڑھاتا تھا۔ راوی کہتا ہے کہ ہمارے پاس عبداللہ بن صامت رضی اللہ عنہ آئے میں نے ان کیلئے کرسی بچھائی، وہ بیٹھ گئے۔ میں نے کہا زیاد نماز لیٹ کر کے پڑھتا ہے۔ انہوں نے حیرت سے ہونٹ چبائے اور میری ران پر اس طرح ہاتھ مارا تھا، جیسے میں نے تیری ران پر مارا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جیسے تم نے مجھ سے پوچھا ویسے ہی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی طرح میری ران پر ہاتھ مارا تھا جیسے میں نے تیری ران پر مارا ہے۔ فرمایا میں نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے یہی پوچھا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تم وقت پر نماز پڑھ لینا۔ جب ظالم حاکم لیٹ کر کے نماز پڑھائیں تو ان کے پیچھے بھی پڑھ لینا اور یہ نہ کہنا کہ میں تو پڑھ چکا اب نہیں پڑھوں گا۔

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے علامہ ابوالحسن سندھی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس حدیث سے ظالم حاکموں کے پیچھے نماز پڑھنے کا جواز ثابت ہوتا ہے کیونکہ نماز کو تاخیر سے پڑھنا صرف ظالم حاکموں کا کام ہے۔

(حاشیہ نسائی، علامہ سندھی ج:2، ص:76)

امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اسد الغابہ میں حضرت حجر بن عدی رضی اللہ عنہ کے حالات ج:1، ص:385 پر لکھتے ہیں کہ ان کے قتل کا سبب بھی زیاد کو نماز دیر سے پڑھانے پر کنکریاں مار کر ٹوکنا تھا۔

صحیح بخاری کتاب مواقیت الصلاۃ، باب تضیع الصلاۃ عن وقتھا میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی احادیث میں بنوامیہ کے دور میں نماز کی بربادی پر روشنی پڑتی ہے۔ صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب اتمام التکبیر سے معلوم ہوتا ہے کہ بنو امیہ نے اونچی آواز سے اللہ اکبر کہنا بھی چھوڑ دیا تھا۔

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ زاد المعاد میں ج:1، ص:56 پر لکھتے ہیں:

''ہمارے شیخ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ رکوع سے سیدھا کھڑا ہونا اور دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا بھی قومہ اور قعدہ، نماز کے دونوں حصے بنوامیہ کے حاکموں نے بدل دیئے تھے اور اللہ اکبر کہنا چھوڑ دیا تھا اور نماز میں شدید تاخیر کرتے تھے۔''

امام ابن حجر فتح الباری شرح بخاری ج:2، ص:14 پر اور مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی ج:1، ص:157 پر لکھتے ہیں:

''بنوامیہ کے دور میں لوگ بیٹھے بیٹھے اشارہ سے نماز پڑھ لیتے تھے تاکہ اٹھ کر پڑھنے کی صورت میں گردن نہ اتار دی جائے۔''

ترمذی ابو اب الصلوٰۃ باب ماجاء فی تعجیل الصلاۃ اذا اخّرَ ھا الامام میں سیدنا ابی ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا:

''نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کہ میرے بعد ایسے حکمران ہوں گے جو نماز کو مار ڈالیں گے تو تم وقت پر پڑھ لینا۔ اگر تم نے وقت پر پڑھ لی تو امام کے ساتھ نفل ہو جائے گی اور اگر نہیں پڑھی تو تم اپنی نماز کی حفاظت کر چکے۔''

یہی روایت **ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ باب اذا اخر الامام الصلوٰۃ عن الوقت** میں بھی آئی ہے۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے مصر کے اموی حاکم عقبہ بن عامر کو مغرب کی نماز دیر سے پڑھانے پر کھڑے ہو کر کہا بھلا یہ کیا نماز ہے اے عقبہ؟ اس نے کہا ہم مصروف تھے آپ نے فرمایا کیا تو نے نہیں سنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے تھے میری امت میں ہمیشہ بہتری رہے گی جب تک مغرب میں دیر نہ کریں گے۔ (ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ باب وقت المغرب)

ایسے حاکموں کے متعلق نبوی پیش گوئی بھی تھی مثلاً **ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ باب اذا اخر الامام الصلوٰۃ عن الوقت** میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور قبیصہ رضی اللہ عنہ بن وقاص سے روایت ہیں ایسے حاکموں کو نماز لیٹ کرنے کا گناہ ہوگا، مقتدیوں کو نہ ہوگا۔ جیسا کہ مذکورہ احادیث اور ایک دوسری حدیث **کتاب الصلوٰۃ ابو داؤد باب فی جُمَّاع الامامة و فضلها** میں بیان فرمایا گیا۔

بنو امیہ کو سیدنا علی علیہ السلام سے اتنی چڑ تھی کہ سنت کے مطابق جمعہ کی نماز میں سورتیں پڑھنا بھی ان کو پسند نہیں تھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے مروان کے قائم مقام گورنر کی حیثیت میں جمعہ میں سنت کے مطابق سورت جمعہ اور سورہ منافقون پڑھیں تو ایک نے اٹھ کر کہا آپ نے وہ سورتیں پڑھیں جو علی علیہ السلام کوفہ میں پڑھتے تھے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہی سورتیں پڑھتے دیکھا تھا۔ (صحیح مسلم کتاب الجمعہ)

یہ یاد رہے کہ مومنوں میں سے ہر نیک و بد کے پیچھے نماز جائز ہے (ملا علی قاری شرح الفقہ الاکبر ص:91) عقیدہ طحاویہ میں امام طحاوی لکھتے ہیں کہ حج و جہاد مسلمانوں کے حکمران

کے ماتحت قیامت تک جاری رہیں گے خواہ نیک ہوں یا بد ان کاموں کو کوئی چیز باطل نہیں کرتی اور نہ ان کا سلسلہ منقطع کر سکتی ہے۔

(ابن ابی العز الحنفی، شرح الطحاویه ص :322)

نماز فاسق اماموں کے پیچھے بھی ان کے فسق کے باوجود جائز ہوگی۔

(احکام القرآن امام ابو بکر جصّاص حنفی ج :1، ص :80-81، المبسوط امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ ج :10، ص :130)

ظالم حاکم سے وظیفہ لیا جاسکتا ہے۔ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ ظالم حاکموں سے وظیفہ لیتے تھے۔ لیکن ان کو جائز حاکم تسلیم نہیں کرتے تھے بلکہ ان کو فاجر کہتے تھے۔

(احکام القرآن ابوبکر جصاص ج :1، ص :71)

یہی معاملہ اس سے پہلے لوگ معاویہ کے ساتھ کرتے تھے کہ نہ اس سے محبت کرتے، بلکہ اس سے براءت کرتے مگر وظیفہ لیتے تھے۔

(2) حج میں تبدیلی

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں عرفات میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔ انہوں نے کہا کیا وجہ ہے حج میں لبیک کی آواز نہیں آتی۔ میں نے کہا لوگ معاویہ سے ڈرتے ہیں۔ (انہوں نے لبیک کہنے سے منع کیا ہے) یہ سن کر ابن عباس رضی اللہ عنہ اپنے خیمے سے نکلے اور لبیک اللّٰھم لبیک کہا۔ اور کہا کہ لوگوں نے حضرت علی علیہ السلام کی دشمنی میں سنت نبوی کو چھوڑ دیا۔

(نسائی کتاب الحج باب التلبیه بعرفة)

امام کعبہ محب الدین طبری نے اپنی کتاب ''القری لقاصد ام القری ص :365 پر لکھا ہے:

''ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ بنی فلاں پر لعنت کرے (یعنی بنی امیہ پر) انہوں نے حج کے دن کی زینت مٹادی۔ حج کے دن کی زینت لبیک پکارنا ہے۔''

مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ دیو بندی صحیح مسلم کی شرح فتح الملہم ج:3،ص:300-301 پر حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی روایت کی شرح میں لکھتے ہیں:

''وہ 52ھ میں فوت ہوئے یہ امیر معاویہ کا دور تھا۔ یہ زیاد کی طرف سے قاضی بھی رہے اور بعد میں مستعفی ہو گئے۔ جب عمران بن حصین رضی اللہ عنہ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو انہوں نے مطرّف رحمۃ اللہ علیہ کو بلایا اور فرمایا میں تجھے چند حدیثیں سنانے لگا ہوں جن سے تم، اگر زندہ رہے اور بعد والے لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں اگر میں مرض سے بچ گیا تو یہ حدیث کسی کو نہ بتانا (دور معاویہ کا جبر ملاحظہ ہو۔) اگر میں مر گیا تو بے شک بیان کر دینا۔ وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حج تمتع کی آیت اتری۔ ہم نے ان کے ساتھ حج تمتع کیا۔ یاد رکھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج و عمرہ اکٹھا کرنے کا حکم دیا۔ پھر کتاب اللہ میں کوئی آیت اس کو منسوخ کرنے والی نہیں اتری اور نہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو منسوخ فرمایا۔ اب لوگوں نے اپنی مرضی سے اس کو منع کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات تک اس سے نہ روکا۔ روایت مسلم **كتاب الحج باب جواز التمتع** میں ہے۔

''سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے حج تمتع کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حج تمتع کیا تھا، اس وقت معاویہ مکے کے مکانوں میں کافر تھا۔'' (الفتح الربانی شرح مسند احمد، ج:11 ص159)

حج کیلئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب مکہ آئے تو انہوں نے پوری نماز پڑھی۔ جب منیٰ گئے تو قصر پڑھی۔ جب حج سے واپس آ کر منیٰ میں ٹھہرے تو پوری پڑھنا شروع کر دی۔ امیر معاویہ حج کیلئے مکہ آئے تو قصر نماز یعنی دو رکعت ظہر پڑھائی پھر دارلندوہ چلے گئے تو مروان اور عثمان رضی اللہ عنہ کا بیٹا عمرو بن عثمان اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا معاویہ! تو نے اپنے چچا کے بیٹے عثمان پر وہ داغ لگایا ہے جو کوئی نہیں لگا سکا۔ معاویہ نے کہا میں نے ایسا کیا کیا؟ کہنے لگے

تجھے معلوم نہیں کہ عثمان رضی اللہ عنہ مکہ میں پوری نماز پڑھتے تھے۔ معاویہ نے کہا
تمہارا بیڑہ غرق ہو، جو میں نے کیا دین تو یہی تھا۔ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابو بکر رضی اللہ عنہ
عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ یہاں قصر نماز پڑھتا رہا ہوں۔ وہ دونوں کہنے لگے تیرے
چچازاد بھائی نے پوری پڑھی اور تیرا ان کے طریقہ کے خلاف کام کرنا لوگوں
کیلئے عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف سند بن گیا ہے۔ پھر معاویہ نے اگلی نماز یعنی عصر
کی نماز پڑھائی تو پوری پڑھائی۔ اس طرح سیاست کی دہلیز پر دین کو قربان
کر دیا۔ (الفتح الربانی شرح مسند احمد ج:5، ص:106، امام عبدالرحمٰن البناء رحمۃ اللہ علیہ)

امام ابن حزم لکھتے ہیں:

''معاویہ نے حج میں سنت کو نظر انداز کیا۔'' (المحلی ج:5، ص:86)

ترمذی کی شرح تحفۃ الاحوذی ج:2، ص:82 پر مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری
اہل حدیث عالم لکھتے ہیں کہ معاویہ نے حج تمتع کی ممانعت کر دی تھی۔ سب
سے پہلے جس نے حج تمتع سے منع کیا وہ معاویہ ہیں۔

یہی بات الفتح الربانی ج:11، ص:158، ترمذی کتاب الحج باب ماجاء فی
التمتع، عن ابن عباس رضی اللہ عنہ میں ہے۔

حالانکہ قرآن مجید میں سورہ بقرہ 196/2: میں حج تمتع کی اجازت دی گئی اور
احادیث میں بھی اس کی اجازت دی گئی اور منع نہ فرمایا گیا۔

(3) کفار کو عہدے دینا

امیر معاویہ کے عیسائی وزیر و درباری

(1) یوحنا۔ وزیر تعلیم

(2) ابن اثال۔ شاہی طبیب

(3) سرجون بن منصور رومی عیسائی، مشیر اعلیٰ۔ اسی کے کہنے پر ابن زیاد کو یزید نے گورنر بنایا تھا۔

(4) ابن اخطل۔ درباری شاعر (البدایہ والنہایہ ج:8، ص:158) سرجون کو بعد میں یزید نے

پرنسپل سیکرٹری بنالیا اور وصیت معاویہ کے مطابق، یزید سرجون کا باپ کی طرح ادب کرتا تھا۔

(5) زکوٰۃ کے محکمہ کے افسر عیسائی مقرر کیئے گئے۔ امام ابو عبید کتاب الاموال ص: 569 روایت نمبر 1792 کے تحت لکھتے ہیں۔ کہ امیر معاویہ نے کافروں کو سرکاری ملازم رکھا جو کہ اسلام میں منع ہے۔ جب عیسائی زکوٰۃ کے محکمہ کے افسر بنادیئے گئے تو ابن عمرؓ نے کہا اب حکومت کو زکوٰۃ نہ دو۔

حضرت عمرؓ سے ابو موسیٰ اشعریؓ نے حساب کتاب کے ماہر ایک عیسائی منشی کو ملازم رکھنے کی اجازت چاہی تو انہوں نے منع کر دیا اور قرآن کا حوالہ دے کر کہا اللہ نے مسلمانوں کو اس سے بے نیاز کر دیا ہے۔ کہ وہ غیر مسلموں سے مدد کے طالب ہوں۔ (تفسیر قرطبی ج:4، ص:179)

سورۂ آل عمران: 118/3 میں خدا تعالیٰ کا حکم ہے کہ مومنو کسی غیر مسلم کو اپنا راز دار نہ بنانا مگر معاویہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو چھوڑ کر عیسائی اپنی حکومت کے وزیر اور مشیر مقرر کیئے۔

(4) زکوٰۃ کی بربادی

امیر معاویہ کے دور میں زکوٰۃ بھی بربادی سے نہ بچ سکی اور اس کے معاملات میں بھی بے اعتدالیاں شروع ہوگئیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور ابو ہریرہؓ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ دیکھ رہے ہیں سلطان کیا کر رہا ہے کیا اس کو زکوٰۃ دیں؟ وہ اپنی خوشبوؤں اور کپڑوں پر زکوٰۃ خرچ کر رہا ہے۔ انہوں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: ''ظالم حاکموں کو زکوٰۃ دے دو۔ چاہے وہ اس سے شراب پیئے تم بری ہو جاؤ گے، گناہ ان کو ہوگا۔''
(سنن کبریٰ ج:4، ص:115 ، بیہقی، مسند احمد)

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نیل اوطار ج:4، ص:165 اور امام ابو عبید رحمۃ اللہ علیہ المتوفی 224ھ اپنی کتاب الاموال (Law of Taxation) ص:568، روایت نمبر 1789، کے تحت زکوٰۃ کے ابواب میں لکھتے ہیں کہ راوی بیان کرتا ہے کہ میں نے سعد بن ابی وقاص، ابن عمرؓ، ابو ہریرہؓ، ابوسعید خدریؓ سے پوچھا (یاد رہے سعد بن ابی وقاص اور ابو

ہریرہ، دونوں معاویہ کے عہد میں فوت ہوئے) کہ بادشاہ جو کچھ زکوٰۃ کے ساتھ کر رہا ہے، وہ آپ کے سامنے ہے، کیا میں اس کو زکوٰۃ دوں؟ چاروں نے فتویٰ دیا کہ اس کو زکوٰۃ دو۔
روایت نمبر 1797 کے تحت کتاب الاموال میں لکھا ہے:

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ (ان حالات میں) زکوٰۃ کن کو دی جائے، انہوں نے کہا حاکموں کو دو چاہے وہ اپنے دستر خوان پر کتوں کا گوشت نوچ نوچ کر کھائیں۔ روایت نمبر 1811 کے تحت لکھتے ہیں:

''راوی نے سعید بن جبیر سے زکوٰۃ کی ادائیگی کے بارے میں پوچھا، انہوں نے کہا ان حاکموں کو دے دو۔ جب حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ محفل سے اٹھ کر گئے تو پوچھنے والا بھی ان کے پیچھے پیچھے گیا اور کہا آپ نے مجھے فتویٰ دیا کہ ان حاکموں کو زکوٰۃ دے دو جبکہ وہ زکوٰۃ سے یہ کرتے ہیں۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا جن کے بارے میں اللہ کا حکم ہے، ان مصرفوں پر خرچ کر۔ تم نے مجھ سے بھرے مجمع میں پوچھا تھا جہاں بنوامیہ کے جاسوس بھی ہوتے ہیں، تو میں نے وہ فتویٰ دیا تھا۔''

امام ابوعبید ص: 569 پر الاموال میں لکھتے ہیں:

''راوی نے کہا میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ زکوٰۃ ان حاکموں کو دیں؟ کہنے لگے ہاں! میں نے کہا اب تو عیسائی زکوٰۃ کے محکمہ میں حاکم مقرر کر دیئے گئے ہیں۔ (راوی کہتا ہے کہ زیاد کے دور میں کفار کو عہدے دیئے گئے)۔ پھر ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اب زکوٰۃ ان حاکموں کو نہ دو۔''

روایت نمبر 1792 کے تحت کتاب الاموال میں لکھا ہے کہ امیر معاویہ نے کافروں کو حکومت کا ملازم رکھا جو کہ اسلام میں منع ہے۔

ابی عبید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الاموال میں ظالم حاکم کو زکوٰۃ دینے کی مثال کے طور پر امیر معاویہ کی حکومت کو زکوٰۃ دینے کا ذکر کیا ہے جو کہ روایت

نمبر 568-570-1811-1798-789 پر لکھا ہے۔

امیر معاویہ نے سرکاری عطیات سالانہ و ماہانہ پر پیشگی زکوٰۃ لینا شروع کردی جو کہ بدعت ہے اور یہ سب سے پہلے امیر معاویہ نے شروع کی

(موطا امام مالک کتاب الزکاۃ باب الزکاۃ فی العین من الذھب والورق، شاہ ولی اللہ، المصفیٰ شرح موطا ص:207)

(5) جمعہ و عیدین میں تبدیلی

امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ المحلیٰ ج:5،ص:85 پر لکھتے ہیں:

''بنو امیہ نے یہ بدعات شروع کیں، نماز لیٹ کر کے پڑھنا، عید کی اذان و اقامت، عید کا خطبہ نماز سے پہلے شروع کیا۔ امام ص:86 پر بنو امیہ کا یہ بہانہ لکھتے ہیں کہ لوگ عید کی نماز پڑھ کر چلے جاتے ہیں اور ہمارا خطبہ نہیں سنتے۔ ابن حزم فرماتے ہیں کہ چونکہ وہ حضرت علی علیہ السلام پر لعنت کرتے اس لئے مسلمان چلے جاتے تھے اور یہی مسلمانوں کیلئے درست تھا اگرچہ عید کے خطبہ کیلئے بیٹھنا لازم بھی نہیں تھا۔''

ابن حزم کے استاد امام ابن عبدالبر اپنی کتاب ''التمھید'' ج:10،ص:246 پر لکھتے ہیں:

''صحیح قول یہ ہے کہ عید کیلئے سب سے پہلے جس نے اذان شروع کی وہ معاویہ ہے اور اسی نے عید کا خطبہ عید کی نماز سے پہلے شروع کیا۔''

مسلم شریف کتاب صلوٰۃ العیدین میں حدیث نمبر 9 میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''میں مروان بن حکم گورنر مدینہ کو عید کی نماز کی طرف کھینچتا تھا اور مجھ سے ہاتھ چھڑا کر منبر کی طرف خطبہ دینے کیلئے جا رہا تھا۔ میں نے پوچھا نماز عید کا پہلے پڑھنا کہاں گیا؟ اس نے کہا اے ابو سعید رضی اللہ عنہ! ترک کردی گئی وہ سنت جو تم جانتے ہو۔ میں نے کہا ہرگز نہیں ہوسکتا، قسم ہے اس کی جس کے قبضہ

میں میری جان ہے تم اس سے بہتر کام نہیں کر سکتے جو میرے علم میں ہے یعنی سنت۔ غرض میں نے تین بار یہ بات کہی تب مڑا۔ یہ روایت مسلم کتاب الایمان باب کون النھی عن المنکر من الایمان و ان الایمان یزید و ینقص میں بھی ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مروان نے عید گاہ میں خلافِ سنت، منبر کا بھی اہتمام کیا تھا۔ اہل حدیث عالم مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری ؒ ترمذی کی شرح تحفۃ الاحوذی ج:1، ص:375 پر مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ عید کی اذان معاویہ نے شروع کی۔ حالانکہ حدیث کی کتابیں اور امت کا عمل اس پر گواہ ہے کہ عیدین کی نماز اذان و اقامت کے بغیر ہے۔ نمونہ کے طور پر ابوداؤد باب نمبر 401، ترک الاذان فی العید ملاحظہ ہو۔

(6) برائی کا حکم دینا

صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب وجوب الوفآء بالبیعۃ الخلیفۃ الاوّل فالاوّل میں عبدالرحمٰن بن عبدرب الکعبہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت کرتے ہیں:

”وہ کعبہ کے سائے میں بیٹھے تھے اور انہوں نے ایک لمبی روایت بیان کی جس میں راوی ابن عبدرب الکعبہ نے ان سے کہا تمہارے چچا کے بیٹے معاویہ ہم کو حکم کرتے ہیں ایک دوسرے کا مال ناحق کھانے کا اور ایک دوسرے کو قتل کرنے کا جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ایمان والو! مت کھاؤ اپنے مال ناحق مگر رضامندی سے تجارت کے ذریعہ اور مت قتل کرو اپنی جانوں کو بے شک اللہ تعالیٰ تم پر مہربان ہے۔ یہ سن کر عبداللہ بن عمرو بن عاص تھوڑی دیر تک چپ رہے پھر کہا معاویہ کی اطاعت کرو اس کام میں جو اللہ کے حکم کے مطابق ہو اور جب وہ خدا کی نافرمانی کا حکم دے تو نہ مانو۔“

(7) سودی سودا کرنا

امیر معاویہ نے سودی سودا کیا یعنی چاندی کے بدلے زیادہ چاندی لینے کا تو حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ بن صامت نے منع کیا۔ یہ سن کر لوگوں نے اپنے روپے واپس لے لئے مگر جب معاویہ کو خبر ملی تو تقریر کی کہ لوگ وہ حدیثیں بیان کرتے ہیں جن کو ہم نے نہیں سنا حالانکہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں رہے اور پاس حاضر رہے۔ پھر عبادہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا کہ ہم تو سنی ہوئی حدیث ضرور ہی بیان کریں گے اگرچہ معاویہ کو برا معلوم ہو۔ یہ حدیث **صحیح مسلم کتاب المساقات والمزارعت** میں ابوقلابہ سے آئی ہے اور باب الرباء میں بھی درج ہے۔

یہی روایت نسائی کتاب البیوع باب بیع الشعیر بالشعیر میں بھی آئی ہے جو حضرت عبادہ بن صامت سے ہے اور اسی کتاب کے **باب بیع الذھب بالذھب** میں عطاء رضی اللہ عنہ بن یسار سے آئی ہے۔

موطا امام مالك كتاب البيوع باب بيع الذهب بالورق عينا وتبرا میں عطاء بن یسار رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے:

"معاویہ بن ابی سفیان نے ایک برتن پانی پینے کا سونے یا چاندی کا اس کے وزن سے زیادہ سونے یا چاندی کے بدلے بیچا تو ابوادرداء رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے منع کرتے تھے مگر برابر بیچنا درست رکھتے تھے۔ معاویہ نے کہا میرے نزدیک کوئی قباحت نہیں ہے۔ ابوادرداء رضی اللہ عنہ نے کہا بھلا کون میرا عذر قبول کرے گا اگر میں معاویہ کو اس کا بدلہ دوں کہ میں تو اس سے حدیث نبوی بیان کرتا ہوں اور وہ مجھ سے اپنی رائے بیان کرتا ہے۔ میں اب تمہارے ملک میں نہ رہوں گا۔ پھر وہ مدینہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آگئے اور ان سے یہ قصہ بیان کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے معاویہ کو لکھا پھر ایسی خرید وفروخت نہ کریں مگر برابر تول کر۔"

(8)صدقہ فطر میں تبدیلی

صحیح مسلم کتاب الزکاۃ باب زکاۃ الفطر میں دوروایات ہیں کہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا جب معاویہ نے نصف صاع گندم کا مقرر کیا ایک صاع کھجور کے برابر تو ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے انکار کیا اور کہا میں تو وہی دوں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانے میں دیتا تھا، ایک صاع کھجور یا انگور یا پنیر۔ یہی روایت ابوداؤد کتاب الزکاۃ باب نمبر 542 کم یوڈّی فی صدقۃِ الفطر میں بھی آئی ہے۔

(9)حدیث کا مذاق اڑانا

مسند احمد کی روایت نمبر 11864 میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

"ایک مرتبہ میں نے معاویہ سے کہا نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تو انصار رضی اللہ عنہم کو پہلے ہی بتا دیا تھا کہ ہم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے گی۔ معاویہ نے پوچھا پھر تمہیں کیا حکم دیا تھا؟ میں نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہمیں صبر کا حکم دیا تھا، معاویہ نے کہا پھر صبر کرو۔"

بالکل یہی واقعہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ الخلفاء ذکر معاویہ میں لکھا ہے: وہ مزید لکھتے ہیں کہ جب اس بات کی خبر عبدالرحمٰن بن حسان رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو انہوں نے شعر کہے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ

"خبردار! معاویہ بن حرب کو ہمارا کلام پہنچادو۔ ہم صبر کرتے ہیں اور تم کو مہلت دیتے ہیں یوم قیامت اور انصاف کے دن تک کی۔"

(10)مالِ غنیمت کی تقسیم میں تبدیلی

مالِ غنیمت کی تقسیم کے معاملہ میں بھی معاویہ نے کتاب اللہ و سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صریح احکام کی خلاف ورزی کی۔ کتاب وسنت کی رو سے پورے مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ بیت المال میں داخل ہونا چاہیے اور باقی

چار حصے اس فوج میں تقسیم کئے جانے چاہئیں جو لڑائی میں شریک ہوئی ہو۔
لیکن امیر معاویہ نے حکم دیا کہ مالِ غنیمت میں سے سونا چاندی ان کیلئے
الگ نکال لیا جائے، پھر باقی مال شرعی قاعدے کے مطابق تقسیم کیا جائے

(طبقات ابن سعد ج:7،ص :28-29، طبری ج:4،ص :187، الاستیعاب امام ابن عبدالبر ج:1،ص :118، الکامل ابن اثیر ج:3، ص :233، البدایہ والنہایہ ، امام ابن کثیر ج:8،ص :29)

ایک صحابی حضرت حکم بن عمرو غفاری رضی اللہ عنہ کو ایک جہاد میں بڑا مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔ زیاد نے ان کو معاویہ کا یہ حکم لکھ کر بھیجا کہ سونا چاندی مجھے بھجوا دو اور باقی مالِ غنیمت لشکر میں تقسیم کر دو۔ اس صحابی نے زیاد کو لکھا کہ اللہ کی کتاب معاویہ کے حکم سے مقدم ہے جس کے مطابق 1/5 حصہ بیت المال اور باقی 4/5 حصہ لشکر میں تقسیم ہوگا۔ اور ساتھ ہی لکھا کیا معاویہ نے حکم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں سنا کہ لا طاعة لمخلوق فی معصية الخالق (مخلوق کا وہ حکم نہیں ماننا جس میں رب کی نافرمانی ہو)۔ اس کے بعد اس صحابی نے لشکر میں مالِ غنیمت قرآن کے مطابق تقسیم کر دیا۔ اس پر معاویہ نے آدمی بھیج کر اس صحابی کو گرفتار کر لیا اور وہ جیل میں ہی فوت ہو گئے۔
قرآن پر عمل کا یہ پھل ان کو معاویہ کی طرف سے ملا ہے۔

(البدایہ والنہایہ، ج:8، ص :67-73-5176)

یہ واقعہ مستدرک حاکم ج:3،ص:442-443 پر لکھا ہوا ہے اور امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے تلخیص مستدرک میں بھی اس کو لکھا ہے۔

(11) چوری کے مال کے بارے میں حکمِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان بوجھ کر خلاف ورزی کرنا

نسائی کتاب البیوع باب ایک شخص مال بیچے پھر اس کا مالک کوئی اور نکلے اور

سلسلة الاحاديث الصحيحه ج:2، حدیث نمبر 609، ص:164 تا 167 پر علامہ البانی ایک حدیث مع تبصرہ لائے ہیں جس میں لکھتے ہیں:

''یمامہ کے علاقہ کے گورنر حضرت اُسید بن ظہیر کو مروان نے لکھا کہ معاویہ کا حکم آیا ہے کہ اگر کسی سے چوری کا مال خریدا ہوا ملے تو اس سے مال واپس لے لو اور اسے معاوضہ بھی نہ دو۔ حالانکہ حضور ﷺ کا حکم ہے اگر وہ شخص چوروں کا مال خریدنے میں بدنام نہیں ہے تو پھر اس کو معاوضہ دے کر اس سے چوری کا مال واپس لے لو ورنہ اپنا چور تلاش کرو۔ لیکن معاویہ نے اس کے خلاف حکم دیا کہ ایسے شخص سے مال چھین لو اور معاوضہ بھی نہ دو۔''

یمامہ کے صحابی گورنر نے یہ خط ملنے کے بعد مروان کو لکھا:

''یہ حکم خلاف شرع ہے اور حکم نبوی لکھ کر کہا کہ خلفائے راشدین اسی کے مطابق فیصلے کرتے رہے۔ تو مروان نے یہ بات لکھ کر معاویہ کو بھیج دی۔ پھر معاویہ نے جواب میں لکھا کہ اے مروان تو اور یمامہ کا گورنر مجھ پر حاکم نہیں ہو بلکہ میں حاکم ہوں۔ میں نے جو حکم دیا ہے اس پر عمل کرو۔ مروان نے معاویہ کا جواب یمامہ کے گورنر کو بھجوا دیا۔ اس گورنر نے جواب دیا میں جب تک اس عہدہ پر ہوں۔ معاویہ کا یہ حکم نہیں مانوں گا۔''

اس پر علامہ البانی رحمہ اللہ تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس سے پتہ چلا اگر حاکم وقت غلط حکم دے تو افسر انکار کر دیں۔

(12) معاویہ کا کعبہ کے چاروں کونوں کو چومنا

صحیح بخاری کتاب المناسک باب دونوں یمانی رکنوں کے سوا کونوں کو نہ چومنا میں ابو الشعثاء سے روایت ہے:

''معاویہ کعبہ کے چاروں کونوں کو چومتے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے شامی اور

عراقی کونوں کو چومنے سے منع کیا تو معاویہ نے کہا کعبہ کی کوئی چیز نہیں چھوڑی جاسکتی۔ یہی روایت ترمذی ابو اب الحج باب ماجاء فی استلام الحَجَر وَ الرکن الیمانی دون ماسوا ھما میں بھی آئی ہے۔"

(13) اہل روم سے صلح کی مدّت ختم ہونے سے پہلے حملہ کی تیاری کرنا

ترمذی ابواب الجهاد باب مَا جآء فی الغدر میں سلیم بن عامر کہتے ہیں کہ معاویہ اور اہل روم کے درمیان صلح تھی۔ معاویہ نے اس ارادہ سے لشکر کو کوچ کا حکم دیا کہ جب صلح کی مدت ختم ہوتو اچانک رومیوں پر حملہ کردیں۔ پھر عمرو رضی اللہ عنہ بن عبسہ گھوڑے یا جانور پر سوار آئے اور کہا اللہ اکبر، تم پر عہد کی پابندی لازم ہے نہ کہ وعدہ خلافی۔ معاویہ نے یہ بات کہنے کا سبب پوچھا تو کہا کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ فرماتے تھے جس کا کسی قوم سے معاہدہ ہوتو نہ معاہدہ توڑے اور نہ اس میں تبدیلی کرے یہاں تک کہ مدت معاہدہ گزرجائے یا وقت سے پہلے اس معاہدہ کو دوسرے فرقے کو باقاعدہ اطلاع دے کر علانیہ ختم کردے کہ دونوں برابر کی پوزیشن پر ہوجائیں یہ سن کر معاویہ لشکر کو واپس لے کر لوٹے۔

دین میں تبدیلی کی رفتار بعد میں اور تیز ہوگئی اور عبدالملک بن مروان نے ابن زبیرؓ کے مکہ پر قبضہ کے بعد لوگوں کو کعبہ جانے سے روک دیا اور بیت المقدس میں مقام صخرہ کو قبلہ بنادیا اور لوگوں کو کعبہ کے حج اور قربانی سے منع کردیا اور کعبہ کی بجائے بیت المقدس کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا۔ (البدایہ والنہایہ، امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ، ج:8، ص:301-302)

امیر معاویہ کو بددعائے نبوی

صحیح مسلم کتاب البّر الصلہ والا دب باب من لعنہ النبی ولیس ھو اھلا لھا میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے دو دفعہ روایت ہے:

"میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ میں ایک دروازہ کے پیچھے چھپ گیا۔ آپؐ نے ہاتھ سے مجھے تھپکا